بسم اللہ الرحمن الرحیم

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ وفاق المدارس ملتان

جلد نمبر ۲۲ شمارہ نمبر ۶ جمادی الثانی ۱۴۴۶ھ جنوری ۲۰۲۵ء

بیاد

شمس العلماء
حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء
حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

محدث العصر
حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مفکر اسلام
حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

جامع المعقول والمنقول
حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس المحدثین
حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

استاذ المحدثین
حضرت مولانا عبد الرزاق اسکندر رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق حقانی مدظلہم
سینئر نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر اعلیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر

مولانا محمد احمد حافظ

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

UAN: 061-111-122-133
E-mail: wifaqulmadaris@gmail.com Web: www.wifaqulmadaris.org

ناشر: حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری ◉ مطبع: اقرا اختر پرنٹنگ پریس پرانی غلہ منڈی بوہڑ گیٹ ملتان
شائع کردہ: مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

مدارس اکاؤنٹس کی بندش؛ مدارس کو تنگ کرنے کا تسلسل ہے	شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	۳
دینی مدارس کی رجسٹریشن میں رکاوٹ اور اکاؤنٹس کی بندش	شیخ الحدیث مولانا زبیر احمد صدیقی	۷
مدارسِ دینیہ کے مقاصد وموضوع	ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی	۱۷
علمی انحطاط، ذمہ دار کون؟ اسباب کیا؟	مولانا محمد زبیر	۲۱
علم الٰہی کا شرف اور امتیازی شان	حضرت مولانا ابراہیم دیولا مدظلہم	۲۷
سرزمین فلسطین قرآن کریم کی روشنی میں	مولانا مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی	۳۵
اِنسانیت کے لئے نافع بنئے!	مولانا ابوجندل قاسمی	۴۱
آل دیر شعبہ تحفیظ اساتذہ کی تربیتی نشست	مولانا راحت اللہ مدنی	۴۶
اخبار الوفاق	ادارہ	۵۶
تبصرہ وتعارفِ کتب	محمد احمد حافظ	۶۱

سالانہ بدل اشتراک

بیرون ملک امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک ۳۰ ڈالر۔ سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ امارات وغیرہ ۲۳ ڈالر۔ ایران، بنگلہ دیش ۲۰ ڈالر۔

اندرون ملک قیمت: فی شمارہ: 40 روپے، زرسالانہ مع ڈاک خرچ: 500 روپے

مدارس اکاؤنٹس کی بندش؛ مدارس کو تنگ کرنے کا تسلسل ہے

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

چھبیسویں ترمیم میں دینی مدارس کے متعلق شبت شقوں کے شامل ہونے کے بعد خیال کیا جارہا تھا کہ دینی مدارس کے دیرینہ مسائل حل ہوں گے اور وہ بغیر کسی خدشے اور ضغطے کے اپنی دینی خدمات جاری رکھیں گے؛ مگر حالات جوں کے توں ہیں؛ جس کی ایک جھلک مدارس کے اکاؤنٹس کی بندش ہے، بہت سے بینکوں نے اچانک اور بغیر کسی پیشگی اطلاع کے کئی دینی مدارس کے اکاؤنٹس بند کردیے ہیں۔اسی طرح بعض دینی مدارس سے منسلک رفاہی اداروں کے اکاؤنٹس بھی بند کیے ہیں۔اس پر معروف یوٹیوبر اینکر نے عامر احمد عثمانی نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم سے ایک مختصر انٹرویو کیا جو ہدیہ قارئین ہے۔(مدیر)

عامر احمد عثمانی: مولانا صاحب! یہ بتائیے گا کہ مدارس دینیہ کے حوالے سے یہ خبر سامنے آرہی ہے کہ دینی اداروں کے بینک اکاؤنٹس کو ایک مرتبہ پھر بلاک کرنا شروع کردیا گیا ہے اور یہ بھی خبر سامنے آئی ہے کسی ذریعے سے کہ ایم سی بی بینک نے ایک ہزار سے زائد اداروں کے اکاؤنٹس کو بند کیا ہے۔ایک تو یہ بتائیے گا کہ کیا وجوہات ہوسکتی ہیں کہ ان بینک اکاؤنٹس کو بلاک کرنے کے پیچھے اور دوسرا یہ بھی کہ اس میں کتنی حقیقت ہے اس کی آپ تصدیق کریں گے یا تردید کہ جامعہ خیر مدارس کا اپنا بینک اکاؤنٹ بھی بند کردیا گیا ہے۔

ناظم اعلیٰ وفاق: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ایک عرصے سے پاکستان میں (بینکس) دینی مدارس اور مساجد کے نئے اکاؤنٹ تو کھول ہی نہیں رہے اس پر تو غیر اعلانیہ پابندی ہے اور جو اکاؤنٹ پہلے سے کھلے ہوئے ہیں ان کو بھی بند کیا جارہا ہے۔حکومت کے ساتھ جس سطح پر بھی مذاکرات ہوئے؛ بات چیت ہوئی انہوں نے ہمارے موقف سے اتفاق کیا کہ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ مدارس کی آمدنی کا ہمیں پتہ چلے کہ ان مدارس کو کہاں سے امداد مل رہی ہے؟ تو اس کے لیے بینک اکاؤنٹ کھولنے چاہییں۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ گورنمنٹ یہ تقاضا کرتی کہ آپ بینک اکاؤنٹ کھولیں اور مدارس کی طرف سے کچھ تحفظات کا اظہار ہوتا، جبکہ یہاں معاملہ برعکس ہے کہ مدارس تقاضا کررہے ہیں مطالبہ کررہے ہیں برسہا برس سے کہ ہمارے اکاؤنٹ کھولے جائیں اور حکومت کی طرف سے اور بینکوں کی طرف سے عملاً انکار کیا جارہا ہے۔ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کو فنڈنگ کہاں سے ہورہی ہے اور تمام چیز ڈاکومینٹس میں آنی چاہیے اور اس طرح تو گویا ہم خود اس بات کی ترغیب دے رہے ہیں کہ ہم اپنے بغیر بینکوں کے

معاملات کولین دین کو کریں۔تو مجھے سمجھ نہیں آتا کہ یہ بالکل لوجک کے بھی خلاف ہے عقل کے بھی خلاف ہے۔اور پاکستان جو ایک مسلمان ملک ہے جو نظریاتی ملک ہے جس کے اندر دینی تعلیم ایک آئینی اور دستوری تقاضا ہے تو جو ادارے یہ خدمت اپنی مدد آپ کے تحت انجام دے رہے ہیں ان کا تعاون کرنے کی بجائے ان کے لیے مشکلات پیدا کی جارہی ہیں۔میں تو اس کو دینی مدارس کے ساتھ امتیازی رویے کی پالیسی کا تسلسل سمجھتا ہوں،اس لیے کہ یہ مسلسل وقفے وقفے سے ہورہا ہے، یہ آج سے نہیں کافی عرصے سے ہورہا ہے اور ایک ایم سی بی نہیں دیگر تمام بینک بھی ایسا کررہے ہیں۔ہماری میٹنگ صدر سے بھی ہوئی اور وزیر اعظم سے بھی ہوئی،مختلف صوبوں کے وزرائے اعلیٰ اور گورنر سے بھی ہوئی حتی کہ ہمارے ریاستی ادارے کے جو سربراہ ہیں ان سے بھی ہوئی اور ہمارے سپہ سالار سے بھی ہوئی اور گورنر اسٹیٹ بینک سے اور وزیر خزانہ سے بھی بارہا ملاقاتیں ہو چکی ہیں اور وہ اتفاق کرتے ہیں کہ آپ کا موقف درست ہے نئے اکاؤنٹ بھی کھلنے چاہییں، جو اکاؤنٹ بند ہیں وہ بھی کھلنے چاہییے تا کہ معلوم ہو کہ آپ کی انکم کہاں سے ہے؟لیکن عمل اس کے خلاف ہورہا ہے۔بظاہر میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی دباؤ ہے یا بیرونی دباؤ ہے اور مدارس کو تنگ کرنے کی اور مسلسل پریشان کرتے رہنے کی پالیسی کا یہ ایک حصہ اور اسی کا تسلسل ہے یہ کسی طرح بھی مناسب بات نہیں ہے،حکومت کو سنجیدگی سے اس پر غور کرنا چاہیے نظر ثانی کرنی چاہیے۔

عامر احمد عثمانی: یہ بتائیے گا کہ یہاں میں دو چیزوں کے حوالے سے آپ کی رائے جاننا چاہوں گا ایک تو یہ کہ کیا اکاؤنٹس کی بندش سے نظام تعلیم متاثر نہیں ہوگا؟اور دوسرا اس میں یہ بھی آپ شامل کرلیں کہ ایک بات یہ کی جاتی ہے کہ حکومت کی طرف سے یہ مطالبہ ہے کہ مدارس دینیہ کو چیریٹی کمیشن کے ساتھ رجسٹرڈ کیا جائے اور مدارس کی طرف سے یہ بات کی جاتی ہے کہ نہیں ہمارا مطالبہ اس سے مختلف ہے اس حوالے سے آپ کیا کہنا چاہیں گے کہ کیا واقعی یہ مطالبہ حکومت کی طرف سے کیا جارہا ہے کہ چیریٹی کمیشن کے ساتھ رجسٹرڈ کریں مدارس دینیہ کو اور آپ کو کیا مسائل ہیں؟ کیا تحفظات ہیں اس حوالے سے؟ آپ کیوں وہاں مدارس رجسٹرڈ نہیں کرنا چاہتے؟

ناظم اعلیٰ وفاق: دیکھیے پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے اس دین کی حفاظت کرنی ہے اس سے بھی مشکل حالات آتے رہے امتحانات آزمائشیں آتی رہیں، ۷۷ سال ہو گئے پاکستان بنے ہوئے، ان ۷۷ سالوں میں کبھی بھی مدارس کنفرٹ ایبل نہیں ہوئے۔ہر گورنمنٹ اور حکومت کی طرف سے مدارس کو مختلف انداز میں تنگ اور پریشان کیا جاتا رہا۔پاکستان بننے سے پہلے کی جو صورتحال ہے وہ تو آپ کو معلوم ہے کہ جب برطانوی سامراج آیا تھا تو وہ تو آیا ہی اس ارادے سے تھا کہ دینی تعلیم کو ختم کرنا ہے لیکن اللہ نے دینی تعلیم کو باقی رکھا،اور ان شاء اللہ؛اللہ باقی رکھیں گے ،اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون!۔

اس دین کا، قرآن کا، اس کے علوم کا محافظ حقیقت میں تو اللہ تعالیٰ ہیں۔ تو اس لیے مجھے یہ تو یقین ہے کہ مدارس باقی رہیں گے دینی تعلیم جاری رہے گی اس کو کوئی ختم نہیں کر سکے گا۔ البتہ مشکلات اور پریشانیاں ضرور آئیں گی اور آتی ہیں، آئی ہوئی ہیں اس کا حل اس میں میں سمجھتا ہوں کہ حکومت دانشمندی کا مظاہرہ کرے، یہ فیصلہ بالکل غیر دانشمندانہ ہے اور کسی طرح بھی یہ عقل پر مبنی نہیں ہے، تو ان کو اپنے اس فیصلے پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور بینک اکاؤنٹ کھولنے چاہیے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اگر دینی تعلیم متاثر ہوتی ہے تو اس کی ذمہ دار کون ہوگا؟ ظاہر ہے کہ وہ ارباب اقتدار اور ارباب اختیار اور ان میں سے تو بہت سے لوگوں کی منشاء یہ ہے کہ دینی تعلیم نہ ہو۔ جہاں تک چیرٹی کمیشن کی آپ نے بات کی ہے بالکل یہ کہا جا رہا ہے کہ چیرٹی کمیشن کے ساتھ آپ اپنی رجسٹریشن کروائیں۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ ہمارے مدارس جو ہیں وہ تعلیمی ادارے ہیں ان کو بطور تعلیمی ادارے ہی دیکھا جائے ورنہ تو پورا ملک ہی ہمارا چیرٹی پر چل رہا ہے۔ آج آپ دیکھیں پورا ملک ہی قرضوں پر غیر ملکی امداد پر چل رہا ہے، تو پھر پاکستان تو چل ہی چیرٹی پر رہا ہے، لیکن بہرحال پاکستان ایک آزاد خود مختار ملک بھی قرار پاتا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ چیرٹی کمیشن کے ساتھ مدارس کی رجسٹریشن غیر منطقی ہے اس کا تقاضا جو ہے وہ کوئی درست نہیں ہے، اس لیے کہ مدارس تعلیمی ادارے ہیں، ان کے ساتھ اگر پبلک تعاون کرتی ہے تو وہ بھی اپنا ایک مذہبی فریضہ، زکوٰۃ صدقات کا ادا کرتے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ تعلیمی ادارے ہیں تو جیسے ملک کے دیگر تعلیمی ادارے ہیں جن میں اسکول، کالج یونیورسٹیاں تو ان عصری تعلیمی اداروں کو بھی تو پابند نہیں کیا جا رہا، کتنے پرائیویٹ اسکول کالجز ہیں جو فیس لیتے ہیں تو فیس بھی تو ایک طرح کی چیرٹی ہے اور ہم یہاں مفت تعلیم دیتے ہیں، وہ فیس لیتے ہیں، تو اگر ہم فیس لینے لگ جائیں جبکہ ہم تو یہ ملک اور قوم کی خدمت کر رہے ہیں ہونا تو چاہیے تھا کہ ہمیں خراج تحسین پیش کیا جاتا، ہمارا شکریہ ادا کیا جاتا چہ جائیکہ مدارس کے ساتھ اس طرح کا ناروا سلوک اختیار کیا جائے۔

عامر احمد عثمانی: مولانا صاحب میں یہ سوال کرنا چاہوں گا کہ مدارس دینیہ کے حوالے سے جب آڈٹ کی بات آتی ہے تو یہ بات بھی بڑے زور و شور سے کہی جاتی ہے کہ دینی اداروں کے پاس آڈٹ کی رپورٹس موجود نہیں ہیں، یعنی کہ دبے الفاظ میں کہ یہ ادارے اپنا آڈٹ نہیں کرواتے اور جب ان سے آڈٹ رپورٹ مانگی جاتی ہے تو ان کے پاس کوئی رپورٹ موجود نہیں ہوتی۔ تو کیا واقعی ایسا ہے آپ اس کی تصدیق کریں گے یا تردید کریں گے؟

ناظم اعلیٰ وفاق: اس میں کوئی حقیقت نہیں، میں سمجھتا ہوں کہ جھوٹ ہے غلط ہے، اس لیے کہ جو بھی مدارس ہیں رجسٹرڈ ہیں یا نہیں، وہ الحمدللہ ہر سال گورنمنٹ کے منظور شدہ چارٹرڈ اکاؤنٹینس سے باقاعدہ اپنا آڈٹ کراتے ہیں، اور اپنی آڈٹ رپورٹ پیش کرتے ہیں۔ یہ جب چاہیں ہم اپنی آڈٹ رپورٹ پیش کر دیں گے ہم بینک

کو دیتے ہیں۔ ہم رجسٹریشن آفس کو دیتے ہیں۔ ہم اس کو مشتہر کرتے ہیں۔ ہم اپنے رسائل اور جرائد میں اپنے واٹس ایپ گروپوں میں اپنی آڈٹ رپورٹس شیئر کرتے ہیں۔ ہم الحمدللہ نہ زمین کے نیچے ہیں نہ آسمان کے اوپر ہیں بلکہ ہم زمین کے اوپر ہیں اور بالکل اوپن ہیں۔ کھلی کتاب کی مانند ہیں۔ اس لیے یہ صرف اور صرف لوگوں کی آنکھوں میں مٹی جھونکنے کے لیے اس طرح کے اعتراضات اٹھائے جاتے ہیں۔ مدارس کو آڈٹ سے بھی کوئی انکار نہیں ہے، بینک کی ریکوائرمنٹ پوری کرنے میں کوئی انکار نہیں۔ اور اب تو بینک سسٹم آن لائن بھی ہے اور ہر جگہ موجود ہے تو جب مدرسے کی رقم مدرسے کے اکاؤنٹ میں آتی ہے تو آپ بتائیے کہ وہاں تو اسٹیٹ بینک کے پاس تو پورا ریکارڈ ہوتا ہے کہ یہ رقم کہاں سے آئی ہے؟ کتنی رقم آئی ہے؟ اس کو تو مدرسہ چھپا ہی نہیں سکتا اس لیے نہیں چھپا سکتا کہ اگر میں مثال کے طور پر چھپا رہا ہوں آپ میرے بینک سے لے سکتے ہیں، میرا اکاؤنٹ نمبر بتا کر میری اسٹیٹمنٹ لے سکتے ہیں۔ ہر ایک کی اسٹیٹمنٹ لی جاسکتی ہے۔ بلکہ اب تو جتنی ٹرانزیکشنز ہوتی ہیں وہ تمام کی تمام ایف بی آر کے پاس جاتی ہیں۔

عامر احمد عثمانی: یعنی یہ بات تو آپ نے واضح کر دی کہ اگر مدارس دینیہ کے حوالے سے کوئی ادارہ کسی بھی وقت آڈٹ کے لیے مدارس کے دروازوں پر آنا چاہے تو مدارس کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

ناظم اعلیٰ وفاق: ویلکم ویلکم ہر وقت دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ کوئی ممانعت نہیں ہے، تو میں پوچھتا ہوں میرا سوال ہے کہ آپ دیکھیے کہ پاکستان میں سینما بنے تو اس کا اکاؤنٹ کھل سکتا ہے۔ مسجد کا اکاؤنٹ نہیں کھل سکتا۔ آپ مدارس کی بات تو کر رہے ہیں لیکن آپ ان سے پوچھیں کہ مساجد کے بارے میں بھی کہ مسجد جو قوم کے ایک فرض کی ادائیگی کے لیے دینی فریضے کی ادائیگی کے لیے بنائی جا رہی ہے۔ کیا آج پاکستان میں مسجد کا اکاؤنٹ کھل سکتا ہے؟ سینما کا فوراً کھل سکتا ہے۔ خدانخواستہ کسی حرام مشروب کا کوئی کاروبار کرے اور اس کی دکان کھولے تو اس کا اکاؤنٹ کھل سکتا ہے۔ لیکن آپ کے ہاں مسجد کا اکاؤنٹ نہیں کھل سکتا۔ ایک روپیہ مسجد کے اکاؤنٹ میں کسی کا باہر سے نہیں آ سکتا۔ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم سب سے ممتاز مسلمان ملک ہیں اور ہمارا اسلامی تعلیم کے اداروں کے ساتھ اور اسلامی فرائض کی ادائیگی کے مراکز کے ساتھ ہمارا کیا رویہ اور سلوک ہے؟ یہ سب پر ظاہر ہے۔

عامر احمد عثمانی: بہت شکریہ مولانا حنیف جالندھری صاحب آپ نے اپنا بڑا واضح موقف دیا ہے اس حوالے سے جو بہت ساری چیزیں تھیں سوشل میڈیا پر اس حوالے سے بہت سے موضوعات کو ڈسکس کیا جاتا ہے لیکن ظاہر ہے اس کی تصدیق یا تردید کرنا کسی بھی صورت میں مشکل ہو جاتی ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے وہ ہمیں نہیں معلوم ہوتا آپ نے ان تمام پردوں اور ان تمام رازوں سے پردہ اٹھا دیا ہے واقعی، بہت شکریہ آپ کے وقت دینے کا اور اس حوالے سے اپنا یہ واضح موقف دینے کے لیے۔

دینی مدارس کی رجسٹریشن میں رکاوٹ اور اکاؤنٹس کی بندش

محکمہ تعلیم اور چیرٹی ایکٹ کے ذریعہ کنٹرول کی کوشش

شیخ الحدیث حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی

26ویں آئینی ترمیم میں شامل 27 دفعات میں سے 26 دفعات، صدر پاکستان کے دستخطوں کے ساتھ قانون بن چکے ہیں، اس آئینی ترمیم کے بعد بھی بعض متنازعہ قوانین بذریعہ آرڈیننس صدر پاکستان سے توثیق حاصل کر کے نافذ کیے جا چکے ہیں، لیکن صد افسوس کہ بیرونی دباؤ پر دینی مدارس کی رجسٹریشن کا وہ بل جو قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمن دامت برکاتہم نے اتفاق رائے سے دونوں ایوانوں سے منظور کرالیا تھا، پر صدر پاکستان نے تاحال دستخط نہیں کیے، بلکہ بل پر اعتراض لگا کر وزیر اعظم کو بھجوا دیا۔ یوں دینی مدارس کی رجسٹریشن کا معاملہ ایک مرتبہ پھر کھٹائی میں پڑ گیا، جس کی وجہ سے ملک کے ہزاروں مدارس کے لاکھوں اساتذہ وطلباء اضطراب کا شکار ہیں۔

ظلم بالائے ظلم یہ کہ حال میں دینی مدارس کے بینک اکاؤنٹس بھی بلاک کر کے رقوم تک کو بھی منجمد کر دیا گیا ہے، مؤرخہ 26-11-2024ء بروز منگل کو جامعہ فاروقیہ شجاع آباد اور ہمارے رفاہی ادارہ الفاروقیہ ٹرسٹ کے اکاؤنٹس مسلم کمرشل بینک نے بند کر دیے، رابطہ کرنے پر معلوم ہوا کہ صرف ایم سی بی بینک نے گیارہ (۱۱۰۰) سو سے زائد دینی مدارس وجامعات کے بینک اکاؤنٹس منجمد کیے ہیں، جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کے نام مسلم کمرشل بینک نے کاؤنٹ کی بندش کی وجوہ اور اکاؤنٹ دوبارہ کھولنے کے لیے مطلوبہ کوائف پر مشتمل لیٹر بھی ارسال کیا، بینک کے اس مکتوب کے مطابق جامعہ سے تقاضا کیا گیا کہ وہ پنجاب چیرٹی کمیشن کے ساتھ جامعہ کو رجسٹرڈ کرا کے رجسٹریشن سرٹیفکیٹ پیش کرے، جبکہ دونوں ایوانوں سے متفقہ طور پر منظور شدہ ترمیمی بل میں مدارس کی رجسٹریشن سوسائٹی ایکٹ کے تحت محکمہ جوائنٹ سٹاک کمپنیز نے کرنی ہے۔

2018ء میں میاں محمد شہباز شریف نے اپنی صوبائی حکومت میں چیرٹی ایکٹ منظور کیا تھا اور دینی مدارس کو مجبور کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ وہ دینی مدارس کو چیرٹی کمیشن سے ملحق کروائیں، تب دینی مدارس کی قیادت نے متفقہ طور پر اس ایکٹ کو مسترد کرتے ہوئے چیرٹی ایکٹ کے ساتھ رجسٹریشن سے صاف انکار کر دیا تھا۔

2019ء میں پاکستان تحریک انصاف کی حکومت نے دینی مدارس وجامعات کو محکمہ تعلیم کے ساتھ رجسٹرڈ کرنے کا اعلان کیا، ہر چند کہ اتحاد تنظیمات مدارس نے حکومت کی جانب سے مدارس کے ساتھ کیے گئے معاہدوں سے

انحراف اور دیگر اسباب کی وجہ سے محکمہ تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن سے بھی معذرت کی تھی، مدارس کا تقاضا تھا کہ دینی مدارس کی قیادت اور حکومت کے مابین مؤرخہ 29 اگست 2019ء کو طے پانے والے معاہدہ پر مکمل عملدرآمد کیا جائے۔ معاہدہ میں دینی مدارس کے نئے اور بند شدہ بینک اکاؤنٹس کھولنا اور ایجنسیوں کی طرف سے طلبہ اور اساتذہ کے کوائف طلبی کا خاتمہ شامل تھا، معاہدہ کی یادداشت میں طے ہوا تھا کہ دینی مدارس سال میں ایک مرتبہ محکمہ تعلیم کو اپنے کوائف جمع کروائیں گے اور ریاستی ادارے محکمہ تعلیم سے کوائف وصول کریں گے، نیز غیر ملکی طلباء کو 9 سال کا تعلیمی ویزہ کا اجراء شامل تھا۔

لیکن معاہدہ کے علی الرغم نہ تو دینی مدارس کے بینک اکاؤنٹس کھولے گئے، بلکہ برسہا برس سے چلنے والے اکاؤنٹس بھی بند کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا، اس طرح کوائف طلبی بھی نہ رک سکی اور نہ ہی غیر ملکی طلباء کو دینی تعلیم کے لیے ویزوں کا اجراء ہوا۔ نیز محکمہ تعلیم کی جانب سے رجسٹریشن کے لیے بنائے گئے قواعد وضوابط اور اس مقصد کے لیے قائم کیے گئے، ڈائریکٹوریٹ سے خطرات محسوس ہوئے کہ حکومت دینی مدارس کو سکولوں میں تبدیل کرنا چاہتی ہے، حکومت نے اپنے ہی معاہدہ سے انحراف کرتے ہوئے نئے وفاق بھی پرانے وفاقوں کو بے اثر کرنے کے لیے بنا ڈالے، واضح رہے کہ مذکورہ معاہدہ کی کوئی قانونی حیثیت نہ تھی، یہ ایک یادداشت تھی جسے حکومت نے ہی ترک کر دیا، تب دینی مدارس کی قیادتوں نے مشرف دور میں ہونے والی قانون سازی کے مطابق سوسائٹی ایکٹ سے رجسٹریشن کرانے کا مطالبہ کیا، اسی مطالبہ کے تناظر میں قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمن دامت برکاتہم نے دونوں ایوانوں اور حکومت نے خود یہ بل منظور کر دیا۔ منظوری کے بعد حکومت نے نہ صرف یہ بل رکوا دیا، بلکہ مدارس کو چیرٹی کمیشن سے رجسٹرڈ کرانے کا پرانا حکم نامہ جاری کر دیا ہے، جو نہایت سنگین معاملہ اور مدارس کے خاتمہ کا آغاز ہے۔

محکمہ تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن پر اصرار:

حکومت کا اصرار رہا ہے کہ دینی مدارس محکمہ تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن کروائیں، جبکہ حال میں حکومت کی جانب سے قائم کیے گئے نئے بورڈوں کی جانب سے محکمہ تعلیم کے ساتھ الحاق اور رجسٹریشن کے فوائد پر مشتمل مستقل کمپین چلائی جا رہی ہے، کہا جا رہا ہے کہ:

1: محکمہ تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن آسان جبکہ سوسائٹی ایکٹ کے تحت مشکل ہے۔

2: محکمہ تعلیم کے ساتھ الحاق کی صورت میں خفیہ اداروں کی رپورٹنگ اور کلیئرنس کی ضرورت نہیں، جبکہ سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ کرانے کے لیے ضروری ہے کہ ڈسٹرکٹ انٹیلی جنس کمیٹی جو مختلف ایجنسیز پر مشتمل ہوتی ہے، جملہ عہدیداران مدرسہ اور مدرسہ کو کلیئر کرے پھر رجسٹریشن ہو سکتی ہے، جو نہایت مشکل امر ہے۔

3: محکمہ تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن کی صورت میں حکومت دو استاذوں کی تنخواہ بھی مدارس کو دیتی ہے۔

4: سوسائٹی ایکٹ انگریز اور محکمہ تعلیم کا ڈائریکٹوریٹ مسلمانوں کا قائم کردہ ہے۔

5: محکمہ تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن کی صورت میں بینک اکاؤنٹس بھی کھولے جا رہے ہیں وغیرہ۔ لہٰذا اتحاد تنظیمات مدارس کا سوسائٹی ایکٹ کے ساتھ رجسٹریشن کا مطالبہ غیر معقول ہے۔

قارئین کرام غور کیجیے! اگر مسئلہ صرف مدارس کی حکومت سے رجسٹریشن کا ہے تو محکمہ تعلیم کے ساتھ یا چیریٹی کمیشن کے ساتھ رجسٹریشن پر اصرار اور سوسائٹی ایکٹ جس کے تحت برسہا برس سے مدارس رجسٹرڈ ہوتے رہے، اس سے انکار کیوں؟ ایک محکمہ کے ساتھ رجسٹریشن ہوں تو سہولیات اور دوسرے محکمہ کے ساتھ رجسٹرڈ ہوں تو مشکلات!!! آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ یقیناً دال میں کالا ہی نہیں بلکہ ساری دال ہی کالی ہے۔

محکمہ تعلیم کے تحت قائم کردہ ڈائریکٹوریٹ اور محکمہ تعلیم سے رجسٹریشن کے لیے ملک میں کوئی قانون نہیں بنایا گیا، جبکہ سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کا سابقہ قانون موجود ہے اور پھر اس قانون میں 2005ء میں جنرل پرویز مشرف نے اتفاق رائے کے ساتھ ترمیم بھی کی تھی تو یہ قانون انگریز کا نہیں بلکہ حکومت پاکستان اور آرمی چیف کا بنایا ہوا ہے، آخر اس سے انحراف کیوں کیا جا رہا ہے؟ حکومت، فیٹف اور آئی ایم ایف جیسے اداروں کے ساتھ شاید خفیہ معاہدہ کر چکی ہے جس کے تحت دینی مدارس کو سکولوں، کالجوں میں تبدیل کرنے کا عالمی منصوبہ بن چکا ہو، اس پر عملدرآمد محکمہ تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن کی صورت میں ہی ہو سکتا ہو، شاید اسی وجہ سے ایسے بورڈوں اور ایسے اداروں کو سہولیات دی جا رہی ہوں، جو محکمہ تعلیم کے ساتھ ملحق ہو رہے ہیں اور جو لوگ محکمہ تعلیم کی بجائے سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹریشن چاہتے ہیں، انہیں پریشان کیا جا رہا ہے، یہ کہنا کہ مدارس تعلیمی ادارے ہیں، وہ محکمہ صنعت کے ساتھ کیوں رجسٹرڈ ہوں؟ مضحکہ خیز ہے۔ آج بھی مساجد محکمہ تعلیم کے ساتھ نہیں بلکہ محکمہ صنعت کے ساتھ رجسٹرڈ ہو رہی ہیں، کیا مساجد صنعتی ادارے ہیں؟ دینی مدارس قیام پاکستان سے ہی محکمہ صنعت کے ساتھ رجسٹرڈ ہوتے رہے، کیا تب دینی مدارس صنعتی ادارے تھے؟ تب یہ جائز اور اب کیوں ناجائز؟ محکمہ صنعت کے ساتھ رجسٹریشن میں کلیئرنس کا ضروری ہونا بھی غیر منصفانہ ہے۔ ہماری حاذق اور دور اندیش قیادت دینی مدارس و جامعات کی حریت اور آزادی کے لیے ضروری سمجھتی ہے کہ دینی مدارس و جامعات، سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہوں نہ کہ ایک ایسے ادارہ کے تحت جو خود لولا لنگڑا ہے، محکمہ تعلیم کے ساتھ ملحق حکومتی اداروں کا حال سب کے سامنے ہے، حکومت اپنے سکولوں کو پرائیویٹ کر رہی ہے، نہ جانے وہ دینی مدارس کو اس محکمہ سے ملحق کر کے کیوں تباہ کرنا چاہتی ہے۔

محکمہ تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن کی صورت میں ایف اے تک عصری تعلیم بھی دینے کی باتیں کی جا رہی ہیں، ہمیں عصری تعلیم سے کوئی انکار نہیں لیکن جب ملک میں کروڑوں بچے سکولوں سے باہر ہیں، ان کے لیے عصری تعلیم ضروری نہیں تو مدارس کے لیے ایف اے تک عصری تعلیم کیوں لازمی کی جا رہی ہے؟ اس کا نتیجہ یہ ہوگا جو مدرسہ

عصری تعلیم نہیں دے سکے گا اس کی رجسٹریشن منسوخ کردی جائے گی، رہی بات حکومتی امداد کی، دینی مدارس ہمیشہ سے حکومتی امداد کو دینی مدارس میں مداخلت سمجھتے ہیں، حکومتی امداد کو دینی مدارس ہمیشہ رد کرتے آئے ہیں اور پھر صرف دو استاذوں کی تنخواہ کی آفر تو اونٹ کے منہ میں زیرہ والی بات ہے، بایں وجوہ دینی مدارس محکمہ تعلیم سے الحاق سے گریزاں ہیں، یہ دعوی کہ محکمہ تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن کی صورت میں بینک اکاؤنٹس کھل جاتے ہیں بھی واقعہ کے خلاف ہے، بہت سے ایسے مدارس ہیں جن کی رجسٹریشن محکمہ تعلیم کے ساتھ ہے، بینکوں سے اکاؤنٹ کھولنے کی درخواست کی تو انہیں چیرٹی کمیشن سے رجسٹرڈ ہونے کا کہا گیا، ہمارے اداروں کو باقاعدہ بینک نے خط لکھ کر چیرٹی کمیشن کا سرٹیفکیٹ مانگا ہے، محکمہ تعلیم کا نہیں۔ ہم محکمہ تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن کی صورت میں ملنے والی مراعات کو شکاری کا دانہ سمجھتے ہیں، مستقبل میں اس کے نتائج اچھے نکلنے کی توقع نہیں۔ رہی بات چیرٹی کمیشن کی تو مناسب معلوم ہوتا ہے، چیرٹی کمیشن بل کی حقیقت بھی قارئین کے سامنے رکھ دی جائے۔

چیرٹی ایکٹ 2018ء:

چیرٹی ایکٹ مؤرخہ 28 فروری 2018ء کو پنجاب اسمبلی سے منظور کیا گیا، دوسرے صوبوں سے بھی اسی طرح بل منظور کیا گیا ہے۔ مؤرخہ 7 مارچ 2018ء کو گورنر نے اس قانون پر دستخط کیے اور یوں پنجاب گزٹ میں صفحہ 36-6329 پر نشر ہوا، اس ایکٹ کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱)...... چیرٹی یعنی جملہ خیراتی ادارے جو پہلے سے رجسٹرڈ ہیں، اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد ان کی رجسٹریشن منسوخ متصور ہوگی اور انہیں اس نئے چیرٹی ایکٹ کے تحت دوبارہ رجسٹرڈ ہونا ہوگا۔ واضح رہے کہ جملہ دینی مدارس، مساجد، مذہبی انجمنیں، رفاہی ادارے چیرٹی کے ضمن میں آتے ہیں اور اس قانون کا اطلاق ان سب پر ہوگا، چنانچہ اس ایکٹ میں خیراتی مقاصد کو بھی متعین کیا گیا ہے، ایسے گیارہ مقاصد بیان کیے گئے ہیں جن میں تعلیم وتعلم کا فروغ، غربت کی روک تھام، صحت وزندگی کے بچاؤ کی خدمت، کمیونٹی کی ترقی، فنی اور ثقافتی ورثہ کا فروغ، مطالعاتی سرگرمیاں، مذہبی وملی ہم آہنگی کا فروغ، ماحولیات کا تحفظ اور ضرورت مندوں کی مدد وغیرہ شامل ہیں۔

۲)...... اس ایکٹ کے تحت اداروں کی رجسٹریشن کے لیے ضروری ہوگا کہ درج ذیل دستاویزات محکمہ کو جمع کروائے جائیں۔

۳)...... رجسٹرڈ ادارہ کو ایک ڈیکلیریشن تیار کرنا پڑے گا، جس میں درج ذیل امور کو بیان کرنا ضروری ہوگا۔

(۱) معاونین کے نام وپتے

(۲) عطیہ کی تجویز کردہ مقدار

(۳) فنڈ جمع کرنے والوں کے نام وپتے

(۴) فنڈ وصول کرنے والوں کے نام و پتے

(۵) فنڈ جمع کرنے کے اہداف

(۶) فنڈ رکھنے والے بینکوں یا افراد کے نام وغیرہ

۴)......اس مقصد کے لیے حکومت پنجاب ایک کمیشن تشکیل دے گی جو تین سے پانچ کمشنرز پر مشتمل ہوگا، اس میں چیئرمین شامل ہوگا جسے حکومت متعین کرسکتی ہے، اس مقصد کے لیے ریٹائرڈ و حاضر سروس سول سرونٹ یا ججوں یا پرائیویٹ افراد کو متعین قواعد وضوابط یا حکومت کی جانب سے مقرر کردہ قوانین کے مطابق کمشنر مقرر کیا جاسکتا ہے، اس کمیشن کا ایک چیئرمین ہوگا اور وہ انتظامی امور کے لیے چیف ایگزیکٹو مقرر کرے گا۔ کمیشن کی ذمہ داریاں درج ذیل ہوں گی۔

۱)......کمیشن ایکٹ کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے افعال سرانجام دے گا۔

۲)......خیراتی اداروں پر عوامی اعتماد کو برقرار رکھے گا۔

۳)......ان اداروں کو رجسٹرڈ کرے گا۔

۴)......اس بات کو یقینی بنانا کہ چیرٹی اور خیراتی فنڈ کی انتظامیہ ان کے کنٹرول میں قانون کے مطابق عمل کریں۔

۴)......چندہ وصول کرنے والوں کی کڑی نگرانی کرنا اور احتساب کے لیے طریقہ کار متعین کرنا۔

۵)......اگر ضروری ہو تو چیرٹی یا خیراتی فنڈ کے معاملات میں انکوائری کرنا۔

۶)......ڈپٹی کمشنر کے ذریعے منظور شدہ مجموعوں کو تبدیل یا منسوخ کرنا۔

۷)......ان اداروں کی سالانہ آڈٹ رپورٹ حاصل کرکے ان کی جانچ پڑتال کرنا۔

۸)......کسی بھی ادارہ کا خصوصی آڈٹ کرانا۔

۹)......ان اداروں کے لیے مناسب اکاؤنٹنگ کا انتظام اور استعمال کے لیے ہدایات جاری کرنا۔

۱۰)......کمیشن کسی بھی چیرٹی، چیرٹی ٹرسٹی، چیرٹی سے فائدہ حاصل کرنے والے، کسی خیراتی فنڈ یا کسی کاروباری ادارہ کی جانب سے چیرٹی پر کیے جانے والے اخراجات کا ریکارڈ، ڈیٹا یا اس سے متعلق معلومات طلب کرسکتا ہے۔

۱۱)......کمیشن مالیاتی اداروں سے مالیاتی ریکارڈوں کی توثیق کرسکتا ہے، اس مقصد کے حصول کے لیے قانون نافذ کرنے والے اداروں کی خدمات بھی حاصل کرسکتا ہے۔

اداروں میں بے پناہ سرکاری مداخلت:

چیرٹی ایکٹ کی دفعہ نمبر ۸ کے تحت حکومت کی جانب سے مقرر کردہ کمیشن کسی ٹرسٹی (ادارہ کے عہدیدار یا رکن) یا کسی افسر (ناظم مالیات یا کوئی دیگر ملازم) یا کسی عہدیدار کا تقرر کرسکتا ہے، اگر چیرٹی کسی ٹرسٹی، افسر کو نکالنے میں اور اس کی جگہ کسی نئے کا تقرر کرنے میں ناکام ہو جہاں۔

A. کسی ٹرسٹی یا افسر کو بد اخلاق، بد دیانتی اور دھوکہ دہی کے جرم میں مجرم قرار دیا گیا ہو یا

B. کوئی ٹرسٹی بینک دیوالیہ قرار دیا جا چکا ہو

C. کسی ٹرسٹی یا افسر کا غلط عمل جو چیرٹی کے مجموعی مفاد کو نقصان پہنچائے یا عدالت یا کمیشن کی جانب سے دیگر وجوہ کی بنیاد پر۔

دفعہ نمبر ۹ کے تحت تحریر ہے کہ:

۱)......کمیشن بذات خود یا حکومت کی طرف سے درخواست پر یا کسی فرد کی جانب سے آمدہ شکایت پر چیرٹی کے معاملات میں دخیل ہو کر انکوائری کر سکتا ہے، تاکہ تحقیق کی جائے کہ کہیں کوئی خیراتی فنڈ غلط جگہ یا غلط مد میں صرف نہیں ہو رہا یا ایسا کوئی عمل جس سے اعتماد کو نقصان نہیں پہنچ رہا۔

L. اگر ذیلی دفعہ نمبر ا کے تحت انکوائری کے نتیجے میں کمیشن کو پتہ چلے کہ کسی بھی قانون کے تحت کسی جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے یا کسی اعتماد کو ٹھیس پہنچائی گئی ہے، تو اسے قانون کے مطابق نمٹنے کے لیے حکومت کے پاس بطور حوالہ (ریفرنس) بھیجا جا سکتا ہے۔

رجسٹریشن اتھارٹی:

دفعہ نمبر ۱۲ کے تحت

۱)...... ہر چیرٹی کمیشن کے ساتھ حکومت کی جانب سے بذریعہ نوٹیفکیشن مقرر کردہ تاریخ کے اندر اندر اپنے آپ کو رجسٹرڈ کروائے گا۔

۲)......کوئی چیرٹی اس وقت تک خیراتی فنڈ اکٹھا کرنے کی کوشش نہیں کر سکتی، جب تک وہ اس ایکٹ کے تحت اپنے آپ کو رجسٹرڈ نہیں کر لیتی۔

دفعہ نمبر ۱۵ کے تحت اس ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہونے کے لیے ہر تنظیم پر لازم ہے کہ وہ رجسٹریشن اتھارٹی کو چیرٹی کے مقاصد، ذرائع آمدنی، اخراجات کی نوعیت یا کوئی دیگر معلومات یا دستاویز جو کمیشن بعد میں مقرر کرے، فراہم کرنا ضروری ہوں گے۔ نیز رجسٹریشن اتھارٹی معقول وجوہات تحریری طور پر لکھنے کے ساتھ کسی تنظیم کو رجسٹرڈ کرنے سے انکار کر سکتی ہے، اگر چیرٹی کے اپنے ڈیکلریشن میں بیان کردہ اہداف اس کے خیراتی مقاصد سے مطابقت نہ رکھتے ہوں یا کسی دوسری معقول وجہ سے۔

ادارہ کے نظام تک ہر ایک کی رسائی ہوگی:

دفعہ نمبر ۱۶ کے تحت

۱)...... چیرٹیز کا رجسٹر ایک عوامی دستاویز ہوگی جو کسی بھی معقول وقت میں عوامی انسپیکشن کے لیے کھولا جا سکتا ہے۔

کوئی بھی شخص چیرٹی کی جانب سے فراہم کردہ تمام دستاویزات/معلومات کمیشن کی جانب سے مقرر کردہ فیس کی ادائیگی کے بعد حاصل کرسکتا ہے۔

چندہ جمع کرنے پر پابندی:

ایکٹ کی دفعہ نمبر ۲۰ کے تحت طے ہے کہ

۱)......کسی چیرٹی کا کوئی سفیر اس وقت تک نہ چندہ کرے گا اور نہ ہی اس کی اپیل کرے گا جب تک وہ مطلوبہ کلیکشن (جمع کرنے) سے قبل اس چندہ کے حوالے سے ایک اعلامیہ جاری اور اسے منظوری دینے والی اتھارٹی کے سامنے پیش نہ کرے اور منظوری دینے والی اتھارٹی اس چندہ کے حوالہ سے تحریری اجازت نہ دے دے۔

۲)......منظوری دینے والی اتھارٹی اس شق کے تحت کسی منظوری دینے سے انکار کرسکتی ہے، اگر چیرٹی کے سفیر یا چندہ اکٹھا کرنے والے افراد خلوص نیت کے حوالے سے مطمئن نہ کرسکیں یا منظوری دینے والوں کو خیراتی فنڈ کے تحفظ یا جس مقصد کے لیے فنڈ اکٹھے کیے جانے ہیں، ان مقاصد میں انہیں لگانے کے حوالہ سے مطمئن نہ کیا جاسکے۔

۳)......منظوری دینے والی اتھارٹی منظوری کو ایسی شرائط سے معلق کرسکتی ہے، جس سے فنڈ کے مناسب تحفظ اپنے مطلوبہ مقاصد میں اس کے استعمال کو یقینی بنایا جاسکے۔

۴)......اگر منظوری دینے والی اتھارٹی چندہ کو جمع کرنے کی منظوری دیتی ہے، تو اس کو کسی خاص مدت کے لیے سفیر کے نام ایک سرٹیفکٹ جاری کرے گی جس سے وہ کمیشن کے مجوزہ قوانین کے مطابق مخصوص قابل شناخت چندہ اکٹھے کرنے والوں کے ذریعے مخصوص قابل شناخت رسیدوں کے ساتھ چندہ وصول کرسکیں گے۔

اداروں پر لاگو ہونے والی سزائیں:

دفعہ نمبر ۲۴ کے تحت درج ہے کہ:

۱)......جائزہ یا آڈٹ کے بعد اگر کمیشن کو یقین ہوجائے کہ چیرٹی ایکٹ کے تحت متعین کی گئی ذمہ داریوں پر عمل کرنے میں ناکام رہا ہے تو کمیشن حسب ذیل کاروائی کرسکتا ہے۔

A. رجسٹریشن کی معطلی یا منسوخی

B. چیرٹی یا تنظیم پر جرمانہ عائد کرسکتا ہے جس کی مالیت دس لاکھ روپے سے زائد نہ ہو۔

چندہ کو کاروبار اور انشورنس میں لگانا متولی کی ذمہ داری ہوگی:

دفعہ نمبر ۲۷ کے تحت چیرٹی کے متولی کے ذمہ ہوگا۔

A. چیرٹی کے اثاثوں کا تحفظ

B. خیراتی فنڈ کا تحفظ، مناسب سرمایہ کاری اور استعمال

E. چیرٹی کی جائیداد کی خرید وفروخت، اجارہ یا انشورنس کے معاملات کو دیکھنا۔

آڈٹ ومعائنہ:

دفعہ نمبر ۳۰ کے تحت

۱)......کمشنر یا منظوری دینے والی اتھارٹی کسی معقول وجہ پر کسی مخصوص آڈیٹر سے چیرٹی کے اکاؤنٹ کا آڈٹ یا ری آڈٹ (دوبارہ آڈٹ) کا حکم دے سکتے ہیں، جن کا خرچ چیرٹی یا وہ شخص ادا کرے گا جس نے چیرٹی کے خلاف خصوصی آڈٹ کرنے کی درخواست دی ہو۔

۲)......کمشنر یا منظوری دینے والی اتھارٹی اس ایکٹ یا اس کے کسی قانون کے تحت چلنے والے کسی بھی اکاؤنٹ کا معائنہ کر سکتی یا کروانے کا حکم دے سکتی ہے۔

سزا:

دفعہ نمبر ۳۲ کے تحت

۱)......کوئی بھی شخص جو بے ایمانی، دھوکہ دہی یا فراڈ سے خیراتی فنڈ جس پر اس ایکٹ کا اطلاق ہے، کے جمع کرنے سے متعلق کسی بھی ریکارڈ کو چھپاتا ہے یا بد دیانتی سے خراب کرتا ہے تو وہ ایکٹ کی خلاف ورزی کرنے والا (مجرم) متصور کیا جائے گا۔

۲)......کوئی شخص جو اس ایکٹ کی کسی شق یا اس یکٹ کے تحت بننے والے احکام یا ہدایات کی حکم عدولی کرے تو اسے سزا کے طور پر جرم کی نوعیت کے اعتبار سے چھ ماہ تک پابند سلاسل کیا جا سکتا ہے، مگر یہ قید کی سزا پندرہ روز سے کم نہ ہوگی، مزید اسے جرمانہ کے طور پر پچیس ہزار سے ایک لاکھ تک کی رقم بھی ادا کرنا ہوگی۔

دفعہ نمبر ۳۵ کے تحت

اس ایکٹ کی خلاف ورزی کرنے والے فرد سے عدالت غلط طریقے سے اکٹھا کیا گیا فنڈ ضبط کر سکتی ہے یا غلط طریقے سے خرچ کیا گیا فنڈ واپس وصول کر سکتی ہے۔

قارئین کرام!! یہ ہے چیرٹی ایکٹ ۲۰۱۸ کا خلاصہ: ایکٹ کو تفصیلی طور پر پنجاب گزٹ صفحہ نمبر ۳۶-۶۳۲۹ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

مذکورہ بالا ایکٹ نیکٹا کے احکامات کی روشنی میں پنجاب اسمبلی سے منظور ہو کر قانون کی شکل اختیار کر چکا ہے، جبکہ باقی تین صوبوں میں بھی یہ قانون آنے والا ہے۔

مذکورہ بالاقوانین سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوچکی ہے کہ حکومت پاکستان اپنے غیرملکی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے بہرصورت پرعزم ہے، ایسے قوانین جن میں اداروں میں کھلم کھلا مداخلت ہو، سرکاری اداروں کے ایسے قوانین کی حمایت نہیں کی جاسکتی چہ جائیکہ خالص رفاہی تعلیمی ادارے جو حکومت سے ایک پائی کی امداد لینے کی بجائے اربوں روپے حکومت کو ٹیکس، بجلی، گیس، فون کی مد میں ادا کرتے ہیں، انہیں ایسے قوانین کے ذریعے جکڑ لیا جائے۔

اگر مذکورہ قانون پر مکمل عملدرآمد ہوجاتا ہے جیسا کہ حکومتی مشن ہے تو آیئے دیکھتے ہیں کہاں سے کیا کیا نقصانات رونما ہوں گے:

۱)...... مدارس وخیراتی ادارے غیراعلانیہ طور پر حکومتی تحویل میں چلے جائیں گے، ان کی آزادی فکروعمل سلب ہو کر رہ جائے گی۔

۲)...... ادارہ (مدرسہ/مسجد/ٹرسٹ/رفاہی تنظیم) کی محنت کو جب جو چاہے گا کھلواڑ بنا کر رکھ دے گا، حکومتی اہلکاروں کی مداخلت نہ صرف رشوت ستانی کا بازار گرم کرے گی، بلکہ بیرونی عناصر، حاسد طبقات، علاقائی مخالفین کسی بھی ادارہ کو کام نہیں کرنے دیں گے۔

۳)...... حکومتوں کی ان اداروں میں معاونت تو نہ کبھی ہوتی ہے اور نہ ہوگی، الٹا ایک ایک کام میں مداخلت سے سارے رفاہی وتعلیمی کام ٹھپ ہو کر رہ جائیں گے۔

۴)...... قربانی کی کھالوں کا تجربہ یہ بتاتا ہے کہ کسی بھی فراہمی پر اعتراض لگایا جاسکتا ہے کہ یہ فراہمی حکومت سے منظوری کے بغیر ہوئی ہے، لہذا اس پر فوجداری مقدمات اور سزاؤں کا اہل مدارس کو سامنا کرنا پڑے گا جیسا کہ امسال بعض اہل مدارس کو بلا اجازت قربانی کی کھالیں اکٹھی کرنے پر ایک ایک سال سزا اور مبلغ پانچ پانچ لاکھ روپے جرمانہ کیا جارہا ہے۔

۵)...... معاونین کے تفصیلی کوائف ایجنسیوں اور حکومتوں کی دسترس میں ہوں گے، جس کی وجہ سے غیراعلانیہ طور پر انہیں تنگ کیا جائے گا، ان کی انکوائریاں ہوں گی، جیسا کہ پہلے خوف وہراس کا ماحول بنا دیا گیا ہے، نتیجتاً بچے کھچے لوگ بھی اپنی عزت وقار کے تحفظ کے لیے مدارس، مساجد اور رفاہی اداروں کو چندہ دینا بند کردیں گے اور یہی اس چیرٹی ایکٹ کا مدعی ومنشاء محسوس ہوتا ہے۔

۶)...... اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد حکومتی مشنری اس قدر بااختیار ہوگی کہ وہ جائز ناجائز وجوہ کی بنیاد پر ادارہ کے عہدیداران مثلاً مہتمم/ نائب مہتمم/ ناظم اعلیٰ/ خزانچی یا دیگر کسی عہدیدار کو ازخود تبدیل کردیں یا مجاز افسر یعنی ادارہ میں

کام کرنے والے اکاؤنٹنٹ / ناظم/محاسب وغیرہ کو بدل دیں یعنی حکومت کی جانب سے ادارہ میں افراد لاکر بٹھادیں، یہ سب اس بل کی بدولت ممکن ہوگا۔

۷)......اس سب کے ساتھ ایک بڑا اندیشہ اداروں کی جانب سے اس ممکنہ الزام کا بھی ہے کہ چندہ صحیح معنوں میں تعلیم وتعلم پر خرچ نہیں ہورہا، بلکہ ادارہ کی دیگر تبلیغی ضروریات مثلاً جلسہ جات، اشاعت کتب ورسالہ جات یا تبلیغی اجتماعات وغیرہ پر خرچ کر کے فرقہ واریت پھیلائی جارہی ہے یا یہ چندہ انتہا پسندی کو فروغ دے رہا ہے، اس سب پر چندہ کی ضبطی اور قانونی کاروائی کی تلوار بھی سروں پر موجود رہے گی۔

۸)...... مدارس کے وقف چندے جنہیں عام حالات میں کاروبار میں لگانا شرعاً ممنوع ہوتا ہے، بیوروکریسی کے ایما پر سرمایہ کاری بلکہ انشورنس تک میں لگا کر سود کا عنصر بھی مدارس اور اداروں کے ذرائع آمدن میں شامل کیا جائے گا۔

۹)......اب تک جملہ مدارس ۱۸۶۰ کے سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہوتے رہے اور یہ ایکٹ قدیمی مؤثر اور متفقہ تھا، اس کا خاتمہ سمجھ سے بالاتر ہے۔ جبکہ ایسی مداخلت حکومت کی اپنی قائم کردہ یونیورسٹیوں، کالجز اور اداروں میں بھی نہیں چہ جائیکہ اپنی مدد آپ کے تحت چلنے والے اداروں میں یہ مداخلت ہو۔

۱۰)......ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت مدارس کی معاشی رگ کو بند کر کے اور مدارس پر قبضہ کر کے انہیں کوئی اور رنگ دینا چاہتی ہے، جو کام صدیوں سے انگریز اور ان کی معنوی اولاد نہ کرسکی، اب اس حربہ سے موجودہ حکومتیں یہ سب کر گزرنا چاہتی ہیں۔

ذہین افراد کی مشکل

جب انسان ضرورت سے زیادہ ذہین ہو تو وہ معمول سے زیادہ چیلنجز کا سامنا کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ذہانت کو بھی انتظام کی ضرورت ہوتی ہے، جیسے طاقت اور دولت کا انتظام کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھار بہت زیادہ ذہین شخص کو خاموش رہنا پڑتا ہے تاکہ بے نتیجہ بحث سے بچا جاسکے، اور بعض مواقع پر اسے اپنی ذہانت کو چھپانا پڑتا ہے تاکہ ایسی شرمندگیوں اور خطرات سے محفوظ رہ سکے جن سے نمٹنے کی استطاعت نہ ہو۔ کبھی کبھار اسے اختلاف کو نرمی سے ظاہر کرنے اور رویے ہموار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ ذہین افراد کو اپنی اس نعمت کے استعمال میں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی ہے، حکمت اور شائستگی کی ضرورت ہوتی ہے۔ (دکتور عبدالکریم بکار)

مدارسِ دینیہ کے مقاصد وموضوع

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

اقوامِ متحدہ کے ذیلی ادارے ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن یعنی عالمی ادارہ صحت کے 2020 کے اعداد وشمار کے مطابق سرطان یعنی کینسر دنیا بھر میں اموات کی سب سے بڑی وجہ ہے اور 2020 میں دنیا بھر میں 20 ملین اموات (دوکروڑ اموات) کینسر کی وجہ سے ہوئیں۔ نیز 2022 کے عالمی ادارہ صحت کے اعداد وشمار یہ ظاہر کرتے ہیں کہ پاکستان میں تقریباً سوا لاکھ اموات مختلف اقسام کے کینسر کی وجہ سے ہوئیں۔ کینسر سے ہونے والی اموات کی تعداد کم کرنے کے لیے ایک شخص یہ سوچتا ہے کہ طبی سہولیات میں بہتری اور طبی ماہرین کی تعداد بڑھائی جانی چاہیے۔ یہ شخص سوچتا ہے کہ چونکہ اس وقت پاکستان میں کئی ہزار وکلاء، کئی لاء کالجز اور یونیورسٹیاں بھی موجود ہیں، اور کورٹ کچہریوں میں ہزاروں کیس زیرِ التواء پڑے ہیں، سائلین کو بروقت انصاف کی فراہمی میں مشکل پیش آتی ہے لہذا یہ شخص کہتا ہے کہ لاء کالجز و یونیورسٹیوں میں فرسودہ قانون کی تعلیم دی جاتی ہے، بعض قوانین انگریز کے زمانے یعنی ڈیڑھ دوسوسالہ پرانے ہیں اور یہ معاشرے سے ریلیونس Relevance یعنی مناسبت وتعلق نہیں رکھتے، نہ ہی ان کا معاشرے کو کوئی فائدہ ہے۔ لہذا کوشش کی جائے اور لاء کالجز کے تعلیمی نصاب کو تبدیل کیا جائے، آج کل کے دور کے مطابق اس نصاب کو امریکی و یورپی میڈیکل یونیورسٹیوں کے طرز پر ڈھالا جائے اور وکلاء کو عصری طبی علوم کی تعلیم دی جائے۔ ایسا کر کے یہ وکلاء برادری معاشرے کے کارآمد شہری بن سکتے ہیں اور معاشرے میں ہم طبی ماہرین کی معتدبہ تعداد پیدا کرسکیں گے جو کہ عالمی وملکی سطح پر کینسر سے ہونے والی اموات میں کمی لاسکیں گے۔ نیز ایسا کرنے سے معاشرہ کی ملی مقاصد اور طبی ضروریات پورے کرنے میں بھی مدد ملے گی اور "قانون وطب کا حسین امتزاج" کا خواب بھی پورا ہوگا۔

ظاہری طور پر یہ سوچ مخلصانہ لگتی ہے مگر یہ خلط مبحث ہے۔ دیکھئے طبی ماہرین کی اپنی اہمیت ہے اور وکلاء، لاء کالجز و یونیورسٹیوں اور قانون کی تعلیم کی اپنی اہمیت ہے۔ کسی ایک شعبے کی اہمیت کا اقرار کرتے ہوئے ہم دوسرے شعبے کی اہمیت سے انکار نہیں کرسکتے۔ لہذا یہ سوچنا کہ لاء کالجز کو ہی بند کر دیا جائے، اور وکلاء کو ہی مطعون وبدنام کیا جائے کہ آپ معاشرے کے کارآمد شہری نہیں ہیں، ایسی سوچ غیر مناسب ہوگی۔ یہ سوچ بھی نامناسب ہوگی کہ چونکہ لاء کالجز اور یونیورسٹیوں سے قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بعض نوجوان وکیلوں کو فوراً کوئی جاب نہیں ملتی اور مالی دشواریاں پیش آتی ہیں لہذا لاء کالجز و یونیورسٹیوں کے نصاب میں ہی طبی تعلیم کے نصاب کو شامل کیا جائے۔ ایسا کرنے سے فارغ التحصیل طلبائے کرام میں نہ ہی قانون کی تعلیم میں پختگی ہوگی اور نہ ہی میڈیکل سائنس میں انہیں گہرائی وعبور حاصل ہوگا بلکہ ایسی تعلیم سے الٹا نقصان ہوگا۔

دیکھئے اگر کینسر سے اموات کو کم کرنا ہی ہے تو اس کے لیے حکومتی سطح پر پالیسی بنائی جائے، عوام میں کینسر سے متعلق شعور وآگہی بڑھائی جائے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میڈیکل ریسرچ پر خطیر سرمایہ خرچ کیا جائے تاکہ کینسر کے مرض

کی بروقت تشخیص ممکن ہو۔ نیز میڈیکل یونیورسٹیوں میں اعلیٰ معیار کی تعلیم ہو، ان کا نصاب عالمی معیار کی طبی یونیورسٹیوں سے ہم آہنگ ہو، میڈیکل ریگولیٹری ادارے اپنے فرائض تندہی سے انجام دیں، اور سب سے بڑھ کر ایسے میڈیکل ڈاکٹر اور طبی ماہرین پیدا کیے جائیں جو کہ اپنے شعبے میں مہارت رکھتے ہوں، عالمی معیار کی تحقیق کرتے ہوں، ان میں ملک وملت اور انسانیت کی خدمت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہو اور پھر وہ اپنی تمام تر صلاحیتیں لگا کر کینسر سے ہونے والی اموات میں کمی لانے میں صرف کریں۔ خلاصہ یہ کہ اگر کسی کو کینسر سے ہونے والی اموات کے بارے میں فکر ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اموات کی یہ تعداد کم ہو تو وہ موجودہ طبی نظام ہی کو مضبوط اور بہتر کرنے کی کوشش کرے چہ جائیکہ لاء کالجز کے نصاب میں میڈیکل کا نصاب داخل کرے۔

قارئین ہماری مندرجہ بالا مثال کو ذہن میں رکھتے ہوئے غور فرمائیں کہ مدارسِ دینیہ سے متعلق بھی بعض لوگوں کو خلط مبحث ہو چکا ہے۔ دیکھئے جس طریقے سے لاء کالجز اور لاء یونیورسٹیوں کا مقصد قانون کی تعلیم دینا ہے، اسی طریقے سے مدارسِ دینیہ کا بھی اپنا ایک علیحدہ مقصد ہے۔ مدارسِ دینیہ سے متعلق یہ سوچنا کہ یہاں سے انجینئر، میڈیکل ڈاکٹر، سرجن، سائنسدان، محقق، معاشی ماہرین، اور آرٹیفیشل انٹیلیجنس یعنی مصنوعی ذہانت کے ماہر نکلیں گے، یہ سراسر غلط سوچ ہے۔ جس طریقے سے لاء کالجز کے نصاب میں جدید طب کے نصاب کو شامل نہیں کیا جا سکتا، اسی طریقے سے مدارسِ دینیہ کے نصاب میں کسی دوسرے سائنسی شعبے مثلاً انجینئرنگ، میڈیکل سائنس، معاشیات، کمپیوٹر سائنس، مصنوعی ذہانت و دیگر سائنسی شعبوں کے نصاب کو شامل نہیں کیا جا سکتا۔ جس طریقے سے لاء کالجز سے قانونی ماہرین ہی نکلیں گے، میڈیکل یونیورسٹیوں سے میڈیکل ڈاکٹر اور سرجن ہی نکلیں گے، انجینئرنگ یونیورسٹیوں سے انجینئر ہی نکلیں گے، اسی طریقے سے مدارسِ دینیہ سے بھی دینی علوم کے ماہرین یعنی علمائے کرام اور مفتیانِ کرام ہی نکلیں گے۔

ایک اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ لاء کالجز میں تعلیم حاصل کرنے والوں کو کسی حد تک انگریزی اور کمپیوٹر کے بنیادی اسکلز یعنی ہنر آتے ہیں، اسی طریقے سے مدارسِ دینیہ سے فارغ ہونے والے علمائے کرام اور مفتیانِ کرام کو انگریزی اور کمپیوٹر کے بنیادی اسکلز آنے چاہییں۔ دیکھئے انگریزی تعلیم اور کمپیوٹر کے بنیادی اسکلز کی اہمیت اور ضرورت کے درجے میں ان کے استعمال سے کوئی انکار نہیں کر رہا۔ اگر لاء کالج سے قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تھوڑی انگریزی اور کمپیوٹر سیکھ لینے کے بعد کوئی یہ سوچے کہ وہ کمپیوٹر سائنسدان، مصنوعی ذہانت کا ماہر، میڈیکل سرجن، معاشی ماہر یا انجینئر بن چکا ہے، اور تھوڑی بنیادی انگریزی و کمپیوٹر کے اسکل یعنی ہنر سیکھ کر قانون کی تعلیم حاصل کرنے والا دیگر سائنسی شعبوں میں زندگی کھپانے والوں کا مقابلہ کر سکتا ہے، تو جس طریقے سے یہ سوچنا غلط ہے اسی طریقے سے مدارسِ دینیہ کے طلبائے کرام کو انگریزی اور چند کمپیوٹر اسکلز سکھانے کے بعد یہ دعویٰ کرنا کہ یہاں سے عالمی سطح کے سائنسدان، محققین، انجینئر، میڈیکل سرجن، معاشی ماہرین وغیرہ نکلیں گے، یہ بھی بالکل غلط سوچ ہے۔ ''ایں خیال است ومحال است جنوں''

اسی کا شاخسانہ ہے کہ آج عملی طور پر جو لوگ "دینی وعصری علوم کا حسین امتزاج" کی دو کشتیوں میں سوار ہیں، اُن میں سائنسی علوم میں گہرائی اور عالمی معیار کی سائنسی تحقیق کا فقدان ہے۔ کہنے کو تو یہ لوگ "ڈاکٹر" یا "انجینئر" یا "فنانشل ایکسپرٹ" بھی ہیں اور مدراسِ دینیہ کے فاضل بھی مگر سائنسی میدان میں عالمی سطح پر ان کی کوئی حیثیت

نہیں۔ دراصل سائنس کے عنوان سے چند مدارسِ دینیہ میں ایسے لوگوں کی کھیپ تیار ہونا شروع ہو چکی ہے جو کہ سائنس کے مخالفت کر رہے ہیں اور سائنس کے لبادے میں ایسی سائنسی تحقیق و مقالے شائع کر رہے ہیں جن کو پڑھ کر عالمی سطح پر پاکستان کا نام اور بالخصوص مدارسِ دینیہ کا نام بدنام ہو رہا ہے۔ غرض ایسے لوگوں کو نہ دینی علوم میں گہرائی حاصل ہے اور نہ ہی سائنسی علوم میں گہرائی الا ماشاء اللہ، نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے۔

مدارسِ دینیہ کے موضوع و مقصد کو سمجھنے کے لیے ہم ایک اقتباس پیش کرتے ہیں: ''حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے بعد کی بات ہے اور اس وقت اُن کے فرزند ارجمند حضرت مولانا حافظ احمد صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے، مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے والد ہیں۔ اب اس زمانے میں انگریزی مستحکم ہو چکی تھی اور ریاستیں بن چکی تھیں اور سارا سسٹم ڈویلپ ہو چکا تھا۔ اس زمانے میں ریاستیں تھی اور ان میں سب سے مالدار ریاست حیدرآباد دکن کی ریاست تھی، حضرت حافظ صاحبؒ بحیثیت مہتمم دارالعلوم دیوبند، دکن کے سفر پر گئے تو وہاں کے نواب صاحب سے ملاقات ہوئی، نواب صاحب نے استقبال اور دعوت بھی کی ہوگی، اس کے ساتھ ایک پیشکش بھی کی کہ ''حضرت! ہم نے تجربہ کیا ہے کہ آپ کے پڑھے ہوئے بچے جہاں جاتے ہیں ہم ان کو سروسز میں لگاتے ہیں تو وہ کارکردگی، دیانت اور صلاحیت میں بھی دوسروں سے بہتر ثابت ہوتے ہیں۔ یہ ہمارا تجربہ ہے لہٰذا مجھے یہ خواہش پیدا ہوئی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ معاہدہ کر لیں کہ جتنے فارغ طلباء ہیں انھیں ہمارے پاس بھیج دیں ہم انھیں ملازمتیں دیں گے، اور آپ کا سارا خرچہ ہم دیں گے۔''

وہ زمانہ اچھا تھا، حافظ صاحبؒ نے فوراً معاہدہ نہیں کیا؛ بلکہ فرمایا کہ پہلے ہم اپنے بزرگوں سے پوچھ لیں۔ حافظ صاحبؒ واپس آئے، اس وقت دیوبند میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس تھے اور حافظ احمد صاحبؒ مہتمم تھے۔ تو انھوں نے حضرت شیخ الہندؒ سے ذِکر کیا کہ نواب صاحب نے یہ پیشکش کی ہے؛ لہٰذا ہمارے تو دونوں مسئلے حل ہو گئے ہیں۔ آج کا سب سے بڑا مسئلہ بھی یہ ہے کہ کھپنا کدھر ہے، کیا دورۂ حدیث کرنے کے بعد ملازمت ملے گی؟ اور چندے سے جان بھی چھوٹ جائے گی۔ مہتمم کو اور کیا چاہیے! دونوں مسئلے حل ہو گئے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے پوچھا کہ ''مولوی احمد! وعدہ تو نہیں کر آئے؟'' انھوں نے فرمایا ''نہیں! حضرت مجھے آپ سے پوچھنا تھا۔'' حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا: ایسا کرو کہ گنگوہ جاؤ، ہمارے بڑے وہ (حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ) ہیں، ان کو جا کر سنا دو۔ اس زمانے میں یہ ماحول تھا۔ گنگوہ وہاں سے کئی میل کے فاصلے پر ہے، لہٰذا حافظ صاحبؒ وہاں گئے اور حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں ساری بارت پیش کی اور ویسے بھی وہ حضرت گنگوہیؒ کے شاگرد تھے۔

حضرت گنگوہیؒ نے پوچھا: ''مولوی احمد! اس بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟''

مولانا احمد صاحبؒ نے کہا ''حضرت ہمارے دونوں مسئلے حل ہو سکتے ہیں۔ فارغ ہونے والوں کی ملازمتوں اور مدرسہ کے خرچے کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے، میرا خیال ہے کہ پیشکش قبول کر لینی چاہیے۔''

حضرت گنگوہیؒ کا جملہ حضرت مفتی صاحبؒ نے نقل کیا ہے، میں عرض کر دیتا ہوں، فرمایا: ''احمد! میں تجھے بیوقوف تو سمجھتا تھا؛ مگر اتنا نہیں، اللہ کے بندے ہم نے یہ مدرسے نواب حیدرآباد کی ریاست چلانے کے لیے بنائے ہیں؟ بلکہ ہم نے اس لیے بنائے ہیں کہ مسلمانوں کو مسجد میں امام، خطیب، مفتی، مدرس، حافظ اور قاری ملتا رہے۔ بھاڑ میں

جائے حیدرآباد کی ریاست، ہم نے مدرسے اس لیے بنائے ہیں کہ مسجدیں آباد رہیں، قرآن پاک کی تعلیم چلتی رہے، لوگوں کو مسئلے بتانے والے ملتے رہیں، ہمیں (اس پیشکش کی) ضرورت نہیں ہے''۔ (حوالہ: قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ: تعارف وخدمات - خطاب از حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ، ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ: 2، جلد: 107، رجب المرجب 1444ھ مطابق فروری 2023)۔

قارئین، مدارسِ دینیہ کے مقاصد وموضوع بالکل واضح ہے۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا اس کی وضاحت فرمائی ہے: ''ہماری دینی درسگاہوں کا اصل موضوع علوم کتاب وسنت ہیں، انہیں کی افہام وتفہیم، تعلّم وتعلیم، توضیح وتشریح، تعمیل واتباع اور تبلیغ ودعوت اور ایسے رجال کار پیدا کرنا ہے جو اس تسلسل کو قائم رکھ سکیں، بس یہی ان مدارس کا مقصودِ اصلی ہے'' (حرفِ آغاز، ماہنامہ دارالعلوم، ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ، مطابق مئی ۲۰۰۷)۔

بعض حضرات دینی مدارس کے نظام ونصاب میں ترجیحات واصطلاحات کے قائل ہیں مگر یہ حضرات ان مدارسِ دینیہ کے مقاصد وموضوع کی تشریح کرتے ہوئے اتنے آگے نکل چکے ہیں کہ ان حضرات کے مطابق مدارسِ دینیہ کے ذمہ داری ہے کہ وہ قوم کو لیڈر، سیاستدان، جرنل، جج، وکیل، میڈیکل ڈاکٹر، محقق، سائنسدان، معاشی ماہر، آرٹیفیشل انٹیلیجنس یعنی مصنوعی ذہانت کا ماہر، گرافک ڈیزائنر، ویڈیو ایڈیٹر، ویب ڈیولپر، کونٹنٹ رائٹر یعنی مواد تحریر کرنے والے، سرچ انجن آپٹی مائیزیشن کے ماہر، ٹریڈرز، کمپیوٹر پروگرامرز، کمپیوٹر گیمنگ ایکسپرٹ وغیرہ دیں۔ غرض ان تمام شعبوں کا ماہر بنانا دینی مدارس کا مقصد وموضوع ٹھہرا۔ دینی مدارس کا مقصد وموضوع نہ ٹھہرا تو دینی علوم میں پختگی، علوم کتاب وسنت کی افہام وتفہیم، تعلّم وتعلیم، توضیح وتشریح، تعمیل واتباع اور تبلیغ ودعوت!۔

دعائے مغفرت کی درخواست

بندہ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد نذیر رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال) گزشتہ ماہ ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۶ھ، ۲۰ نومبر ۲۰۲۴ بروز بدھ تقریباً چوراسی برس کی عمر میں انتقال فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون!۔

آپ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے سرپرست حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ رائپوری نور اللہ مرقدہ کے خادم، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ رائپوری رحمہ اللہ اور حضرت علامہ غلام رسول رحمہ اللہ (بانی جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال) کے شاگرد خاص تھے۔ آپ نے ۱۹۶۲ء میں اُمّ المدارس جامعہ خیر المدارس ملتان میں دورہ حدیث کیا۔ یہاں آپ نے آیۃ الخیر حضرت مولانا خیر محمد نور اللہ مرقدہ، اُستاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد شریف علوی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی عبداللہ ڈیروی رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ تمام عمر درس وتدریس سے وابستہ رہے، جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال سے آپ کی وابستگی کا عرصہ چالیس برس پر محیط ہے۔ گزشتہ تقریباً سترہ برس سے آپ بخاری شریف پڑھا رہے تھے۔ اپنی فانی عمر کی آخری رات بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھانے کی تیاری کی۔ نماز عشاء کے بعد کچھ دیر اپنی اولاد واحفاد سے خوش کلام رہے۔ سونے سے قبل مطالعہ کرنے کی عادت تھی؛ حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف پر مشتمل کتاب ''نکات افغانی'' زیر مطالعہ تھی۔ رات سوئے تو اسی حالتِ نوم میں رات کے آخری پہر واصل بحق ہو گئے؛ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرات علماء کرام اور اکابرامت سے حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کے حق میں دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست ہے۔ (**محمد احمد حافظ، خادم ماہنامہ ''وفاق المدارس''**)

علمی انحطاط، ذمہ دار کون؟ اسباب کیا؟

مولانا محمد زبیر
استاذ جامعہ خیر المدارس ملتان

بلاشبہ دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں اور دین کے تمام شعبوں کے لیے رجالِ کار کی فراہمی اور دینی علوم کے اپنی اصل شکل میں محفوظ رہنے اور ایک نسل سے دوسری نسل کی طرف منتقل ہونے میں دینی مدارس کا کردار عالم آشکار ہے۔

دنیا طلبی وخدا فراموشی کے اس دور میں جبکہ دین دار سمجھے اور کہلائے جانے والوں کی اکثریت بھی سیم وزر کی چکا چوند سے متاثر ہوکر مال ومتاعِ دنیا ہی کو اپنا مطمحِ نظر اور منتہائے مقصود بنا چکی ہے اور ان کی فکر وعمل کی ساری صلاحیتیں دنیا کے خزف ریزوں کو جمع کرنے میں صَرف ہو رہی ہیں، خدا کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کی سوچ کا محور اور فکر کا مرکز علومِ دینیہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ وہ طبقہ ہے جس نے اپنی عمر عزیز کا وہ حصہ جس میں لوگ روشن مستقبل کے سنہرے خواب دیکھتے ہیں، دینی علوم کی تحصیل اور قرآن وحدیث کو سمجھنے میں گزارا ہوتا ہے اور زندگی کا وہ حصہ جس میں مستقبل کے سہانے خوابوں کو تعبیر دی جاتی ہے، دینی علوم کی تعلیم وتدریس میں بسر کر دیتا ہیں۔

ضروریات ان کی بھی ہوتی ہیں، خواہشات ان کے دلوں میں بھی مچلتی ہیں، مہنگائی انہیں بھی متاثر کرتی ہے اور مستقبل کے اندیشے انہیں بھی پریشان کرتے ہیں لیکن بایں ہمہ یہ طبقہ اپنی ضروریات کو تج کر، خواہشات کو پامال کر کے اور مہنگائی اور اندیشۂ فردا کی ساری پریشانیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے پڑھنے پڑھانے میں مصروف رہتا ہے اور یوں یہ طبقہ اپنا آج امت کے مستقبل پر قربان کر دیتا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ یہ ساری تگ ودو اور قربانیاں کس لیے ہیں؟ وہ کون سا جذبہ ہے جس کے تحت طلبہ اپنی جوانیاں حصولِ علم کی راہ میں لٹا دیتے ہیں؟ وہ کون سی قوت ہے جو اُدھیڑ عمر اور بوڑھے اساتذہ کو کئی کئی گھنٹے مطالعہ کرنے پر مجبور کرتی ہے؟ اور وہ کون سا مقصد ہے جس کے لیے اربابِ مدارس اپنی عزت ووقار کی پروا نہ کرتے ہوئے لوگوں سے چندہ جمع کرتے ہیں؟

ظاہر ہے کہ اس ساری تگ ودَو کا مقصد ذی استعداد اور باصلاحیت علمائے ربانیین تیار کرنا ہے۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا ہمارے مدارس واقعی ذی استعداد، احوالِ زمانہ سے باخبر، امت کو درپیش مسائل کا ادراک کرنے اور ان کا حل پیش کرنے کی صلاحیت رکھنے والے علمائے ربانیین تیار کر پا رہے ہیں؟ افسوس کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے!

علومِ وفنون میں مجتہدانہ بصیرت، قرآن وحدیث کی نصوص کی عصری تطبیق، جدید مسائل کی فقہی تکییف، الحادِ جدید سمیت دیگر نئے فتنوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے درکار علمی استعداد اور ماضی کی علمی تُراث سے براہِ راست اخذ د استفادے کی صلاحیت تو درکنار ہمارے بہت سے فضلائے کرام درست عبارت پڑھنے پر بھی قادر نہیں ہوتے۔

تجربہ شاہد ہے کہ سوڈیڑھ سو کی جماعت میں اعراب کی مکمل رعایت کر کے عبارت خوانی کرنے والے دس طلبہ بھی بمشکل ملتے ہیں اور یہ ہم تحتانی درجات کی بات نہیں کر رہے بلکہ موقوف علیہ اور دورۂ حدیث شریف پڑھنے والے طلبہ کی یہ صورت حال ہے کہ اگر انہیں حدیث شریف کی مُعرَّب کتاب کے بجائے معرّٰی کتاب کو سامنے رکھ کر عبارت پڑھنے کا پابند بنایا جائے تو سوڈیڑھ سو میں سے دس طالب علم بھی شاید ہی درست عبارت پڑھ سکیں گے۔

کچھ عرصہ پہلے تک کم از کم اتنا ضرور تھا کہ ہر جماعت میں چند طلبہ ایسے موجود ہوتے تھے جن کے متعلق اساتذۂ کرام کو یہ اعتماد ہوتا تھا کہ وہ منصبِ تدریس کے اہل ہیں اور انہیں درسِ نظامی کی کسی بھی کتاب کی تدریس کی ذمہ داری دی جائے گی تو یہ اسے کما حقہ پڑھالیں گے، مگر اب اس حوالے سے جو صورت حال ہے وہ انتہائی ناگفتہ بہ ہے۔ بسا اوقات تو پوری کی پوری جماعت میں ایک طالب علم بھی ایسا نہیں ہوتا جس کی علمی استعداد اور تدریسی قابلیت پر اساتذہ مکمل اعتماد کر سکیں۔

ہم ماضیٔ بعید کی بات نہیں کرتے، ہمارے زمانۂ طالب علمی میں بھی ہمارے مدارس کا تعلیمی معیار اتنا بلند تھا کہ حضرات اساتذۂ کرام بعض طلبہ کے متعلق یہ پیشینگوئی کیا کرتے تھے کہ فلاں فلاں طالب علم میں ملکۂ تفہیم ایسا ہے کہ وہ عمدہ مدرس ثابت ہوسکتا ہے، مگر خدا رحم فرمائے، اب تو ''الناسُ كأَبِلٍ مأةٍ, لاتكادُ تجدُ فيها راحلةً'' (بخاری) کے نبوی الفاظ محسوس صورت میں مُشاہَد ہو رہے ہیں کہ سو اونٹ ہیں مگر سواری کے قابل کوئی ایک بھی نہیں ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم غیر جانبداری کے ساتھ اس صورت حال کا جائزہ لیں اور اُن اسباب و محرِّکات اور وجوہ وعوامل کی نشاندہی کریں جن کی وجہ سے ہمارے مدارس کا معیارِ تعلیم یوماً فیوماً حضیضِ انحطاط میں گرتا چلا جا رہا ہے۔

کسی بھی تعلیمی ادارے کی طرح دینی مدارس کے بنیادی ارکان بھی تین ہیں: (۱) طلبہ (۲) اساتذہ (۳) انتظامیہ۔

اگر یہ تینوں فریق اپنے اپنے فرائض منصبیہ، احساسِ ذمہ داری اور خدا خوفی کے ساتھ سرانجام دے رہے ہوں تو اس کے نتیجے میں معیارِ تعلیم بلند ہوتا ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک فریق بھی اپنے فرائض کی انجام دہی میں غفلت کا مرتکب ہونے لگے تو نتیجہ وہی برآمد ہوتا ہے جو ہم دیکھ رہے ہیں۔

اس وقت دینی مدارس کی عمومی صورت حال یہ ہے طلبہ، اساتذہ اور انتظامیہ پر مشتمل مثلّث کے تینوں زاویے

کہیں نہ کہیں اپنی ذمہ داریوں کوادا کرنے میں کوتاہی کررہے ہیں، لہٰذا موجودہ ابتر تعلیمی صورت حال کی ذمہ داری کسی نہ کسی درجے میں ان تینوں فریقوں پر عائد ہوتی ہے۔

سطورِ بالا میں ہم نے جو ''عمومی'' صورت حال کا لفظ استعمال کیا ہے، یہ ''عام مخصوص عنہ البعض'' ہے اس لیے کہ ایسے مدارس بھی یقیناً موجود ہیں جن کے طلبہ، اساتذہ اور انتظامیہ میں سے ہر ایک اپنا اپنا کام بحُسن وخوبی کررہا ہے اور ایسے اداروں ہی کی وجہ سے مدارس کی آبرو قائم ہے، اللہ تعالیٰ ان سے اپنے دین کی حفاظت واشاعت کا کام لے رہے ہیں اور عوام عالمی قوتوں اوران کے مقامی سہولت کاروں کی طرف سے مدارس کے خلاف مسلسل منفی پروپیگنڈے کے باوجود ان پر اعتماد کرتے ہیں۔ تاہم عمومی صورت حال بہرحال وہی ہے جو ماقبل میں اجمالاً مرقوم ہوچکی ہے۔

اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ طلبہ اس طرح ذمہ دار ہیں کہ ان میں حصولِ علم کا وہ جذبہ باقی نہیں رہا جو مطلوب ہے، مطالعے کا وہ ذوق مفقود ہے جس سے علمی رسوخ پیدا ہوتا ہے، تکرار کا وہ شوق عنقا ہے جو تدریسی ملکہ میں نکھار لاتا ہے، علم ان کے لیے اَھمُّ المشاغل نہیں رہا اور اساتذہ، کتب، مدرسہ اور دیگر آلات ووسائلِ علم کا ادب واحترام معدوم ہوا جارہا ہے۔

ہمیں اساتذۂ کرام یہ بتلایا کرتے تھے کہ ''العلمُ لا یُعطیک بعضَہٗ حتّٰی تُعطَیہ کُلَّک'' کہ تم اپنی فکر ونظر کی جملہ صلاحتیں حصولِ علم کی راہ میں قربان کروگے، تب علم اپنا کچھ حصہ تم پر منکشف کرے گا۔ لیکن آج کے طلبہ کی ترجیحات میں یوں لگتا ہے کہ علم شامل ہی نہیں ہے، بھلا ایسے میں علم جیسا عزیز مطلوب کیونکر ہاتھ آسکتا ہے؟

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کا مشہور فرمان ہے کہ اگر کوئی طالب علم تین کاموں کا التزام کرلے (۱) سبق سے قبل مطالعہ کرے (۲) کامل توجہ اور یکسوئی سے سبق پڑھے (۳) سبق پڑھنے کے بعد کم ازکم ایک مرتبہ اپنی زبان سے اس کا تلفظ کرلے، تو وہ ذی استعداد عالم بن سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرتؒ کا یہ ملفوظ ایک نسخۂ کیمیا ہے جسے عمل میں لاکر طلبۂ کرام بغیر کسی ناقابلِ تحمل مشقت کے بلند ترین علمی مدارج تک رسائی کے لیے درکار کتاب فہمی کی استعداد اور تدریسی لیاقت اپنے اندر پیدا کرسکتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ آج کل مطالعے کی جگہ موبائل بینی نے لے لی ہے، کامل یکسوئی اور توجہ سے سبق سننا تو دُور کی بات ہے، سبق میں جسمانی طور پر طلبہ کو حاضر کرنے کے لیے اساتذہ کو کیا کیا جتن کرنے پڑتے ہیں یہ اساتذہ وطلبہ دونوں جانتے ہیں اور رہی بات تکرار کی تو اس کے لیے مختص وقت لغو ولایعنی کی نظر ہوجاتا ہے اِلّا ماشاءاللہ!

اور اساتذہ اس طرح ذمہ دار ہیں کہ طلبہ کے لیے اُسوہ اور نمونہ اساتذہ ہی ہوا کرتے ہیں۔ طلبہ نصاب سے نہیں بلکہ اساتذہ کے طرزِ عمل اور رویوں سے سیکھتے ہیں

کورس تو فقط لفظ ہی سکھاتے ہیں

''آدمی'' آدمی بناتے ہیں

لیکن آج کے دَور میں مردم ساز اور آدمی گر اساتذہ ہمارے مدارس کے ماحول میں بھی نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔ایسے اساتذہ جوطلبہ کے لیے اپنی صُلبی اولاد کے مانند فکرمند ہوں، راتوں کو اٹھ کران کی علمی وعملی ترقی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دستِ دعا دراز کرتے ہوں اوران کی ناکامی کو اپنی ناکامی تصور کرتے ہوں، آخر کتنے ہیں؟

اگراستاذ ابن حجرؒ جیسا ہوتو اللہ تعالیٰ حافظ سخاویؒ جیسا شاگرد عطا کرتے ہیں، استاذ ابن تیمیہؒ ہوتو اس کی تربیت سے ابن قیمؒ پیدا ہوتا ہے۔دُور کیوں جائیں، استاذ شیخ الہندؒ جیسا جوہری ہوتو اس کی درس گاہ میں حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ، امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، مفتی اعظم ہند مولانا کفایت اللہ دہلویؒ اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ جیسے ہیرے تراشے جاتے ہیں اور اگر استاذ ایسا ہو جسے اپنے فن میں مہارت اور زیر درس کتاب کے مضامین پر عبور ہی نہ ہوتو بھلا یہ توقع کیسے رکھی جاسکتی ہے کہ اس کی تعلیم کے نتیجے میں ذی استعداد طلبہ تیار ہوں گے؟

اگرکوئی استاذ سبق کا مطالعہ وتیاری پہلے سے کر کے آنے کے بجائے درس گاہ میں آنے اور سبق کا وقت شروع ہونے کے بعد حاشیے کی مدد سے سبق حل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور پھر جو وقت بچ جاتا ہے اس میں سے بھی آدھا وقت اپنے ذاتی فضائل ومناقب اور اوصاف وکمالات بیان کرنے میں، ساتھی اساتذہ کی غیبت وبدگوئی میں، انتظامیہ پر طنز وتعریض کرنے میں یا ایران توران کی فضولیات میں ضائع کرتا ہے تو بھلا وہ سبق کا حق کیسے ادا کرسکتا ہے؟

ایک مدرسے میں صَرف پڑھانے والے استاذ نے پورے تعلیمی سال میں صحیح کے ابواب بھی بمشکل پورے کرائے تھے، اب خود سوچیے کہ ایسے اساتذہ سے پڑھنے والے طلبہ میں استعداد وصلاحیت کیسے پیدا ہوسکتی ہے؟

ہمارے زمانۂ طالب علمی میں یہ بات بطور ایک لطیفے کے بیان کی جاتی تھی کہ پہلی سہ ماہی میں استاذ اور تلامذہ دونوں کو کتاب سمجھ آرہی ہوتی ہے، دوسری سہ ماہی میں استاذ تو کتاب سمجھ رہا ہوتا ہے مگر اس کی تقریر طلبہ کے سروں کے اوپر سے گزرتی ہے اور آخری سہ ماہی میں استاذ کو پتا ہوتا ہے نہ شاگردوں کو، مگر اب شاید یہ لطیفہ ''حقیقہ'' بن چکا ہے کیونکہ چند سال قبل کسی مدرسہ کے ایک طالب علم بتلارہے تھے کہ ہمارے ہاں شرح وقایہ کے ایک گھنٹے میں پچیس تا تیس صفحات یومیہ پڑھا کر اسے ختم کیا گیا ہے۔ہم نے حیرت سے پوچھا کہ اتنی زیادہ مقدار ایک گھنٹے میں کیسے پڑھائی جاسکتی ہے؟ تو جواب ملا کہ صرف ''متن'' کا ترجمہ (بلاتشریح) کرایا گیا اور شرح کی محض عبارت خوانی ہوئی۔فالی اللّٰہ المشتکی!

تعلیمی سال کے ابتدائی ایام میں تطویل لاطائل تحتہ پر مشتمل تقریریں کرنا اور پھر مقدار خواندگی کا پورا نہ کرنا بھی

ایک وبائی مرض کی صورت اختیار کر چکا ہے جس پر قابو پانا اشد ضروری ہے۔

مندرجۂ سابق امور کے علاوہ دیگر بہت سے امور ایسے ہیں جنہیں اس مقام پر زیرِ بحث لایا جا سکتا ہے، لیکن طوالت کے خطرے کے پیشِ نظر بس اتنا لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ استاذ کو یہ حقیقت ہمیشہ ملحوظ رکھنی چاہیے کہ تدریس کوئی پیشہ اور ملازمت نہیں بلکہ کارِ نبوت کی نیابت ہے اور مدرس اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بن کر منصبِ تدریس پر بیٹھتا ہے، یہ منصب جس قدر اعلیٰ وارفع ہے اسی قدر نازک اور حساس بھی ہے۔

اور جہاں تک انتظامیہ کی بات ہے تو وہ اس طرح ذمہ دار ہے کہ بعض مدارس میں انتظامیہ کی تمام تر توجہ تکثیرِ چندا پر ہوتی ہے اور تعلیمی معیار میں بہتری سرے سے ان کے مقاصد میں شامل ہی نہیں ہوتی، بعض مدارس میں تکثیرِ سواد کو مطلوب بنا کر ہر درخواست دہندہ کو داخلہ دے دینے کا چلن عام ہے، داخلہ امتحان کا تصور تک نہیں، اور اگر امتحان ہوتا بھی ہے تو محض برائے نام۔ اس تکثیرِ سواد سے مقصود بھی دراصل یہی ہوتا ہے کہ جتنے طلبہ زیادہ ہوں گے اتنا چندہ زیادہ جمع ہوگا۔ گویا محض چندا ہی مقصود و مطلوب ہوتا ہے۔ تعلیمی معیار بھلے پست سے پست ہی کیوں نہ ہوتا چلا جائے۔ اگر کوئی ادارہ اپنا تعلیمی نظام بہتر کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے اولین شرط یہ ہے کہ وہ اپنا داخلے کا نظام بہتر اور کڑا بنائے اور صرف ایسے طلبہ کو داخلہ دے جن میں علمِ دین کے تحمل کی اہلیت ہو۔

نااہل کو علم دین سکھانے کے متعلق حدیث میں سخت وعید وارد ہوئی ہے "**واضعُ العلمِ عند غیر اهله کمقلّدِ الخنازیر الجوهرَ واللؤلؤَ والذّهب**" (ابن ماجہ) یعنی نااہل کو علم سکھانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی آدمی خنزیروں کے گلے میں جواہرات، موتیوں اور سونے کے ہار پہنا دے۔

اسی طرح بسا اوقات اساتذہ کے انتخاب کے وقت بھی لیاقت و قابلیت اور استعداد و صلاحیت کے بجائے ذاتی پسند و ناپسند کو ملحوظ رکھ کر اساتذہ کا تقرر کر دیا جاتا ہے خصوصاً انتظامیہ کے اپنے اعزّہ و اقارب کو "خدمت" کا موقع ضرور دیا جاتا ہے بھلے ان میں استعداد و صلاحیت نام کو بھی نہ ہو، اس طرح عُقابوں کے نشیمن، زاغوں کے تصُّرف میں چلے جاتے ہیں۔

ایک بہت بڑا مسئلہ جو کہ ممکن ہے آئندہ چند سالوں میں مزید شدت اختیار کر جائے وہ یہ ہے کہ اکثر مدارس میں مشاہرات اس قدر کم دیے جاتے ہیں کہ جن کے ذریعے کفایت شعاری کے ساتھ بھی گھر کے اخراجات کو پورا کرنا ناممکن ہوتا ہے۔

گذشتہ کچھ عرصہ سے یہ چیز مشاہدے میں آئی ہے کہ دینی مدارس کے فارغ التحصیل ذی استعداد فضلا کی ایک بہت بڑی تعداد مدارس میں تدریس کرنے کے بجائے عصری تعلیمی اداروں کا رُخ کرتی ہے اور ان سے اس بارے

میں استفسار کیا جائے تو 99 فیصد فضلا جواب میں معاشی مسائل کا ذکر کرتے ہیں۔ ماضی میں ہر باصلاحیت اور لائق فاضل کی اولین ترجیح تدریس ہوا کرتی تھی لیکن اب آسمان سے باتیں کرتی مہنگائی کے باوجود قلیل مشاہرات کی وجہ سے ہمارے مدارس کا جوہر اور خلاصہ مدارس میں رہ کر دینی خدمت سرانجام دینے کے لیے تیار نہیں ہے تو مدارس کے ذمہ داران کو اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اگر کوئی مدرسہ ایسا ہے جسے واقعۃً وسائل کی کمی کا سامنا ہے تو اس کا معاملہ الگ ہے لیکن اگر وسائل کی کمی نہ ہونے کے باوجود اساتذہ کو معقول مشاہرات نہیں دیے جا رہے تو پھر قابل فضلا کے تدریس کی جانب نہ آنے کی ذمہ داری ایسے مدارس کی انتظامیہ پر بھی عائد ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ جب ذی استعداد مدرس نہیں ملیں گے تو پھر نااہل ہی مسندِ تدریس پر براجمان ہوں گے اور پہلے ہی سے پست معیارِ تعلیم کو مزید پستی کی طرف دھکیلیں گے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہمارے موجودہ علمی انحطاط کی ذمہ داری طلبہ، اساتذہ اور انتظامیہ تینوں پر عائد ہوتی ہے۔ اگر ان تینوں میں سے ہر ایک طبقہ اپنی اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا کرنے کا عزم کر لے تو آج بھی ہمارا معیارِ تعلیم بلند سے بلند تر ہو سکتا ہے۔

ترقی کے حقیقی معنیٰ

اس عہدِ جدید کا سب سے پامال لفظ، ترقی ہے، ترقی ترقی کی پکار سے ہمارے کان بہرے ہو گئے ہیں اور ذرا غور نہیں کرتے کہ اس لفظ سے ہمارا مقصود کیا ہے اور اس کے حصول کی تدبیر کیا ہے؟ ترقی کے معنیٰ کسی قوم کا دنیا میں ذہنی وجسمانی، فکری ومعاشی اور علمی وعملی ہر حیثیت سے ممتاز وفائق ہو جانا ہے اور اس کے حصول کی تدبیر صرف ایک ہے، پوری قوم کا کسی ایک بلند ذہنی تخیل، یعنی ایمان پر غیر متزلزل یقین کے ساتھ متفق ہو کر ایک ہو جانا اور اس کے لیے ہر قسم کا ایثار، قربانی اور کوشش کرنا۔ اسی آگ میں اختلافات کے تمام خس و خاشاک جل کر راکھ ہو جاتے ہیں اور وحدتِ ایمان و وحدتِ عمل کی ناقابلِ شکست قوت پیدا ہو کر، جمود کو روانی، سکون کو حرکت، خود غرضی کو ایثار اور حیاتِ فردی کو حیاتِ اجتماعی سے بدل دیتی ہے۔ تمام اقوام کی ترقیاں، اسی ایک اصول پر ہوئی ہیں، ہوتی ہیں اور ہوں گی۔ (حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ۔ بحوالہ شذراتِ سلیمانی/حصہ: سوم صفحہ: ۴۸/انتخاب: مولانا طارق علی عباسی)

علمِ الٰہی کا شرف اور امتیازی شان

حضرت مولانا ابراہیم دیولا مدظلہم

بتاریخ ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۲۰۲۴ء بروز منگل جماعتِ دعوت وتبلیغ انڈیا کے بزرگ حضرت مولانا ابراہیم دیولا صاحب مدظلہم نے جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں جامعہ کے دارالحدیث میں اساتذہ اور طلبہ کرام کے مجمع میں ''علم الٰہی کا شرف اور امتیازی شان'' کے موضوع پر قیمتی خطاب فرمایا، اور اجازتِ حدیث دی۔ اس خطاب کو جامعہ کے تخصصِ علومِ فقہ کے طالب علم مولوی عبداللہ طفیل نے قلم بند کیا۔ ماہنامہ ''وفاق المدارس'' ادارہ ''بینات'' کے شکریہ کے ساتھ اس خطاب کو اِفادۂ عام کی غرض سے شائع کر رہا ہے۔ (مدیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

آپ حضرات کے لیے بہت بڑا شرف اور ایک امتیازی شان ہے، وہ کیسے؟ حدیثِ پاک میں ہے: ''ساری دنیا لعنت کے نیچے ہے۔''

''الدنیا ملعونۃ، ملعون ما فیہا، إلا ذکر اللہ وما والاہ وعالم أو متعلم۔''

(سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ)

''ساری دنیا لعنت کے نیچے ہے، رحمت سے دور ہے، اس کے بالمقابل یہ ماحول اور یہ طرزِ زندگی گویا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں ہے، ایک امتیازی شان دی گئی ہے کہ ساری دنیا کی حکومتیں، تجارتیں، جائیدادیں جو بھی ہوں، وہ اللہ کی رحمت سے بعید ہے، بجز اللہ کے ذکر اور علم کے۔''

علم اور ذکر رحمتوں کے لینے کا ذریعہ ہے:

علم اور ذکر یہ رحمتوں کے لینے کا ذریعہ ہے، ذکر کی غایت اطاعت ہے: ''کل مطیع ذاکر'' کہ اللہ کا ذاکر وہی ہوسکتا ہے جو اللہ کا مطیع ہو، جو اللہ کا مطیع ہو وہ اللہ کا ذاکر ہے، تو ذکر کی غایت' اللہ کی اطاعت ہے، اور علم' اطاعت کے لیے رہبری کرنے والا ہے، اطاعت کا صحیح معیار جو قائم ہوگا وہ علم سے ہوگا، علم نہیں ہے تو اطاعت ہی نہیں ہے، صحیح علم نہیں ہے تو اطاعت بھی صحیح رخ پر نہیں ہے۔

انبیاءکرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد:

انبیاءکرام علیہم السلام کی جو بعثت ہوئی ہے، وہ اطاعت قائم کرانے کے لیے ہوئی ہے:

''وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ''(سورۃ النساء:٦٤)

جب کبھی کسی نبی کی بعثت ہوئی دنیا میں وہ اس مقصد کے لیے کہ ان کی بعثت کے ذریعے سے اللہ کے بندوں میں اللہ کی اطاعت قائم کرائی جائے، نبی اطاعت قائم کرانے کے لیے دو ہی چیزیں لاتا تھا: ایک ایمان، دوسرا علم، ایمان کی دعوت ہوتی تھی، علم کی تعلیم ہوتی تھی؛ کیوں کہ ایمان کا تقاضا ہے اطاعت کرنا، اور اطاعت بغیر علم کے ہوتی نہیں ہے۔ اطاعت کے حدود قیود وہ علم ہی بتاوے گا کہ اطاعت کہاں تک صحیح ہے! کہاں تک غیر صحیح ہے! تو اطاعت مقصود ہے، اس لیے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ علم دیا ہے۔

علمِ الٰہی مشترک سرمایہ ہے:

پھر علم کو اللہ نے ایک مشترک سرمایہ قرار دیا ہے، یہ سب کے لیے آیا ہے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم کی مثال بارش کے پانی سے دی:

''اِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ عَزَّ وَ جَلَّ مِنَ الْهُدٰی وَ الْعِلْمِ کَمَثَلِ غَیْثٍ۔۔''(متفق علیہ)

بارش کے پانی کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں سب کی حیات ہے:

''وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ''(سورۃ الانبیاء:٣٠)

بارش کے پانی میں سب کی حیات کا سامان ہے، اگر بارش کا پانی بند ہو جائے تو زمین کی مخلوق زندہ نہیں رہ سکتی، وہ ہلاک ہو جائے گی، پانی میں زمین کی مخلوق کی حیات ہے، حیوان ہو، انسان ہو، نباتات ہو، اس لیے اللہ تعالیٰ پانی ہر سال برساتے ہیں، پانی برسا کر بنجر زمینوں کو آباد کرتے ہیں، یہ اللہ کی ایک ترتیب ہے، ایسے ہی انسانوں کی زندگی کو آباد کرنے کے لیے اللہ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے علم کا فیضان ہوتا ہے، دو بڑی چیزیں انہیں کے ذریعے ملی ہیں: ایک ایمان ملا ہے، دوسرا علم ملا ہے۔ ایمان؛ یہ تو اللہ کا حق ہے کہ اللہ پر ایمان لانا ہے، اور ایمان کا تقاضا اطاعت ہوتا ہے کہ اللہ پر ایمان لا کر اللہ کی اطاعت کرو، انبیاء کرام علیہم السلام اطاعت قائم کرانے کے لیے ہی بھیجے جاتے تھے:

''وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ''(سورۃ النساء:٦٤)

کہ وہ اطاعت کروانے کے لیے بھیجے جاتے ہیں کہ اپنی جان سے، اپنے مال سے، اپنی نیت سے، اپنے

عمل سے، اپنی ہر چیز سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے۔

اطاعت ہدایت کا دروازہ ہے:

اطاعت جو ہے وہ ہدایت کا دروازہ ہے:

"وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا" (سورۃ النور: ۵۴)

اطاعت کرو گے ہدایت پاؤ گے، جس طرح معصیت گمراہی کی راہ ہے، ایسے ہی اطاعت ہدایت کا دروازہ ہے کہ جب اطاعت کا دروازہ کھلے گا تب صحیح رستے پر زندگی پڑے گی، اس لیے انبیاء کرام علیہم السلام آ کر اپنی اور اللہ کریم کی اطاعت کی دعوت دیا کرتے تھے کہ اللہ سے ڈرو، ہماری اطاعت کرو، اللہ کی نافرمانی سے بچو، ہماری اطاعت کرو، کیوں کہ نبی کی اطاعت اور اللہ کی اطاعت ایک ہی چیز ہے:

"مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ" (سورۃ النساء ۸۰)

کہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، تو رسول کی اطاعت اور اللہ کی اطاعت میں کوئی فرق نہیں، دونوں ایک ہی ہیں، اس لیے زندگیوں کی بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ زندگیوں میں اطاعت آوے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اطاعت کو صحیح کرنے کے لیے علم اُتارا ہے، تاکہ علم کی روشنی میں اللہ کی اطاعت کی جاوے، پھر اطاعت کے درجے ہوتے ہیں، فرائض بھی ہوتے ہیں، واجبات بھی ہوتے ہیں، جو آپ کو معلوم ہیں، اس کے درجات ہوتے ہیں، جس وقت جس قسم کی اطاعت مطلوب ہو وہ ادا کی جاوے، اس لیے یہ علم ہے، تاکہ اطاعت صحیح طریقہ سے ادا ہو جائے۔

اطاعت کا کمال:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس اطاعت کو صحیح طریقہ سے لیا، کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یہ قول وقرار کیا کہ آپ کی بات مانیں گے، آپ کی اطاعت کریں گے، کس حالت میں؟ ہر حالت میں:

"بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ، وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ، وَعَلٰى أَثَرَةٍ عَلَيْنَا۔" (صحیح مسلم)

پانچ چیزیں بتائی ہیں کہ ہم آپ کی اطاعت کریں گے: عسر میں بھی یعنی غریبی ہے، تنگی ہے، تو بھی بات مانیں گے، اور تنگی نہیں ہے، آسودگی ہے تو بھی آپ کی بات مانیں گے، یہ اندر کی کیفیتیں ہوتی ہیں، بعض مرتبہ جی چاہتا ہے، بعض

مرتبہ جی نہیں چاہتا،تو ان کیفیتوں میں بھی کہ جی چاہے تو بھی آپ کی بات مانیں گے، جی نہیں چاہے تو بھی مانیں گے۔

اطاعت میں مشکل چیز:

پانچویں چیز "وَعَلٰی اَثَرَةٍعَلَیْنَا" یہ مشکل ہے، لیکن وہ حضرات تو اس کو بھی پار کر گئے کہ ہم پر دوسرے کو ترجیح دی جاوے تب بھی ہم بات مانیں گے، اعتراض نہیں کریں گے، "أثرة" آپ جانتے ہیں "أثرة" کیا چیز ہے، "هو الاختصاص بالمشترک"، "أثرة" کسی مشترک چیز میں اپنے لیے خصوصیت رکھنا، ایسی چیز جو سب کے لیے ہو اُسے اپنے لیے مخصوص کرے، اس کو "أثرة" کہتے ہیں، یہ بات برداشت نہیں ہوتی، لوگوں کے شعور اس میں بہت تیز ہوتے ہیں، لیکن صحابہ کرامؓ کی اطاعت کامل ہوئی، اس لیے کہا: "وَعَلٰی اَثَرَةٍعَلَیْنَا" کہ ہم پر کسی کو ترجیح دی جاوے بلا استحقاق کے، تب بھی ہم اطاعت کریں گے، تو یہ اُن کی اطاعت کی حد بتادی: "فِي الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ، وَالْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَهِ، وَعَلٰی اَثَرَةٍعَلَیْنَا۔"

اِطاعت کا جمال:

اطاعت کا یہ کمال ہے، پھر اطاعت کا جمال یہ ہے کہ عظمت' ادب کے ساتھ ہو، یہ اس کا جمال ہے، تو حضراتِ صحابہؓ میں یہ دونوں باتیں تھیں، ان کی اطاعت میں جمال بھی تھا، یعنی عظمت و ادب بھی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ دروازے سے داخل ہو رہے تھے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے، منبر پر بیٹھ کر فرمایا: "اجلسوا" تو ابنِ مسعودؓ وہیں بیٹھ گئے، آگے نہیں بڑھے، کیوں کہ "اجلسوا" کا امر پہنچ گیا، تو آگے بڑھنے کی گنجائش اب نہیں رہی، اطاعت عظمت و اَدب کے ساتھ ہو، عبداللہ ابن رواحہؓ قریب کے محلے میں تھے، بنو غنم کا محلہ تھا، آپ نے کسی موقع پر فرمایا: "اجلسوا" تو وہ وہیں بیٹھ گئے، حالاں کہ وہاں بیٹھنے کا حکم دینا مراد نہیں تھا، پھر بھی بیٹھ گئے، تو یہ اطاعت کا جمال ہوا کہ عظمت کے ساتھ، اَدب کے ساتھ کسی بھی وقت پر ہو، اللہ کا امر آرہا ہے، رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا امر آرہا ہے، اس کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا، یہی اطاعت ہے، یہ ان حضرات کا کمال تھا کہ اپنی زندگیاں اطاعت والی بنائیں، نبی کی دعوت سے، اور نبی کی تعلیم سے اِطاعت ہی مقصود ہوتی ہے کہ زندگی میں اطاعت آجائے، اللہ کی طرف رجحان ہوجائے، نبی کے طریقوں پر قائم رہنا ہوجاوے، نیتوں میں اخلاص آوے، یہ چیزیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرماوے، یہی مقصود ہے اس علم سے اور اس علم کے حاصل ہونے سے کہ اس علم کے ذریعے سے اللہ کی اطاعت ہوجاوے، اطاعت کی دعوت انبیاء کرام دیتے تھے اللہ کے بندوں کو کہ وہ اطاعت کریں اللہ کی جان سے، مال سے۔ اور دوسری طرف اس کی حدود و قیود ہیں جو اس علم میں ہیں، تاکہ اِفراط

تفریط نہ ہوجاوے، اعتدال آجاوے اطاعت کے اندر، اس لیے اللہ تعالیٰ نے علم دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم ملا ہے وہ توعلیٰ وجہ الکمال ملا ہے؛ کیوں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور آپ کو علم کے راستے کی ساری چیزیں دی گئیں اور وہ علیٰ وجہ الکمال دی گئیں۔

علمِ الٰہی طلب پر ملا کرتا ہے:

اور یہ علم غیر منسوخ ہے، یہ باقی رہے گا، اس کو اللہ محفوظ رکھیں گے، اس علم کی اللہ حفاظت کریں گے، یہ منسوخ بھی نہیں ہوگا، یہ ضائع بھی نہیں ہوگا، بلکہ یہ باقی رہے گا، اللہ تعالیٰ اس کو باقی رکھیں گے، جب جب لوگوں میں طلب آئے گی اُن کو یہ دیا جائے گا، جب جب طلب آوے گی یہ اُن کو ملے گا، ہاں! یہ الگ بات ہے کہ طلب ہی نہیں ہے، طبیعت پر تقاضا ہی نہیں ہے؛ اس لیے کہ علم بغیر طلب کے نہیں ملتا، لیکن جب لوگوں میں طلب آوے گی اس کے تقاضے پیدا ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کو علم عطا کرے گا، صحابہ کرامؓ اپنے شاگردوں سے یہی کہتے تھے، جب کسی استاذ کا انتقال ہوتا طالب علم روتا، استاذ پوچھتے کیوں رو رہا ہے؟ (جواب دیتے) کہ آپ جا رہے ہیں، آپ سے جو فیض مل رہا تھا وہ منقطع ہو رہا ہے۔ استاذ کہتے: ڈرنے کی بات نہیں ہے، رونے کی بات نہیں ہے، اللہ اس علم کو باقی رکھیں گے، اس کی حفاظت کریں گے، جب جب اس کے طلب گار پیدا ہوں گے، ان کو دیں گے، ابھی پچھلے دنوں ہم امریکہ، کینیڈا میں تھے، الحمدللہ میرا بار بار آنا جانا ہوا، میں نے ایک سال لگایا ہے امریکہ میں ۸۰ء میں، جب کہ وہاں کچھ نہیں تھا، مساجد بھی نہیں تھیں، اسلامک سینٹر ہوتے تھے، اس میں ہم لوگوں کا پڑاؤ ہوتا تھا، اب جو جانا ہوا تو اللہ کا شکر ہے کہ مساجد بھی ہیں، مدارس بھی ہیں، معاہد بھی ہیں، اور قرآن، حدیث اور بخاری شریف وغیرہ کے دروس ہو رہے ہیں، اور اہلِ علم کی الحمدللہ بڑی تعداد ہے، بڑی طلب کے ساتھ بڑی رغبت کے ساتھ، تو یہ علم کی بات ہے کہ جب جس زمانہ میں علم کی طلب آئے گی اللہ اُنہیں دے دیں گے، یہ مشاہدہ ہوا کہ گویا جب بھی طلب آئے گی اللہ انہیں علم دیں گے، اس لیے طلب کے ساتھ اس کو لیا جاوے۔

علمِ الٰہی کی طلب اللہ سے مانگنا مسنون ہے:

اور اللہ سے اس کی طلب مانگی جاوے، یہ بھی مسنون ہے؛ کیوں کہ کسی طلب کا پیدا ہوجانا ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے تو دعا مانگی:

"**اللّٰهم فاجعل رغبتي إليك الخ**" (مصنف ابن ابی شیبہ)

کہ اللہ میری رغبت تیری طرف کردے، مسنون دعاؤں میں ہے کہ رغبت پیدا کرادے، طلب پیدا کرادے،

اور طلب کے ساتھ بندوں تک پہنچنا ہو جاوے کہ بندوں تک پہنچ جاوے، تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

علمِ الٰہی سے حقوق کی معرفت ہوتی ہے:

تو میں نے (شروع میں) عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے آپ حضرات کو بڑا اشرف بخشا ہے علمِ دین کا، کیوں کہ اس علم کی وجہ سے آپس کے اور اللہ کے حقوق کی معرفت ہوتی ہے؛ اور یہ بڑی بات ہے کہ اس علم کی غایت ہی یہی ہے کہ علم کو اللہ نے اس لیے نازل کیا ہے کہ دنیا کو اللہ نے دارالحقوق قرار دیا ہے، جس طرح آخرت کو اللہ نے دارالأجور قرار دیا ہے، اور حقوق کی معرفت ضروری ہے؛ کیوں کہ حقوق کی معرفت نہیں ہوگی تو حقوق کیسے ادا کرے گا؟ اس لیے اس علم میں حقوق کی معرفت دی جارہی ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھ رہے ہیں:

"یامعاذ! هل تدري ما حق الله علی عباده؟" (صحیح بخاری)

"معاذ! آپ کو معلوم ہے کہ اللہ کا کیا حق ہے؟" تو یہ مزاج ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حقوق کی طرف رہبری کررہے ہیں، چوں کہ اللہ بڑے ہیں، اللہ سے کوئی بڑا نہیں ہے، اس لیے پہلے اس کے حق کو بتایا کہ اللہ سب سے بڑا ہے، اس سے بڑا کوئی نہیں ہے، تو اس کا کیا حق ہے؟ تو اس کے حق کی طرف راہ نمائی فرمائی کہ اللہ کا کیا حق ہے، اللہ کا یہ حق ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے، یہ اللہ کا حق ہے، تو یہ ہے بات کہ اس علم کے اندر حقوق اور حقوق کی معرفت اور اس کے ادا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

علمِ الٰہی کے آنے سے زمانے کا فساد ختم ہوجاتا ہے:

اس لیے جوں جوں یہ علم پھیلے گا زمانہ کا فساد ختم ہوگا، جیسے جاہلیت میں فساد تھا؛ کیوں کہ کسی کو خبر ہی نہیں کہ اللہ کا کیا حق ہے؟ وہ زمانہ فساد سے بھرا ہوا تھا، جناب کی تشریف آوری کے بعد آپ نے تعلیم دی کہ اللہ کا کیا حق ہے؟ رسول کا کیا حق ہے؟

جتنے تعلقات اتنے حقوق:

جتنے تعلقات اتنے حقوق، یہ ہمارے دین میں ہے، ورنہ تعلق کا کیا مطلب؟ اس لیے ہم کو ان تمام چیزوں کی تعلیم دی ہے کہ جن سے تمہارا تعلق ان پر تمہارا حق، یہاں تک کہ جانوروں کے حقوق کی طرف بھی رہبری کی، یہ جانور ہے، پالتے ہیں، یہ گونگے ہیں، تم ان کا خیال کرو، کام لاتے ہو تو ان کو اُن کا حق بھی دو، جس طرح غلام

اور باندیوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت تھی، کیوں؟ کیوں کہ وہ بھی تمہارے تابع ہیں، وہ بھی اللہ کے بندے ہیں،لیکن اللہ نے ان کوتمہارے تابع کیا ہے،توان کے حقوق کا خیال رکھنا، وغیرہ۔

دنیا دار الحقوق ہے اور اللہ تعالیٰ نے آخرت کو دار الاُجور کہا ہے، تو اس کی رہبری کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ علم بھیجا ہے، اس علم کی وجہ سے حقوق کی معرفت حاصل ہوگی، اور حقوق ادا ہوں گے، حقوق ادا ہوں گے تو زمانہ کا فساد ختم ہوجائے گا، ہر ایک حق دار کو حق مل جائے گا، حق دار کو حق ملے اس لیے حقوق کا علم دیا، اور حقوق قائم کرنے کے لیے انصاف کا حکم دیا:

”وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ“(سورۃ الشوریٰ:۱۵)

مجھے حکم ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل وانصاف قائم کروں، جس طرح آپ مامور بالتبلیغ ہیں، اسی طرح آپ مامور بالعدل بھی ہیں؛ کیوں کہ عدل کی وجہ سے اعتدال پیدا ہوتا ہے کہ حق دار کو اس کے موافق حق مل جاوے، اس لیے انصاف ہر وقت فرض ہے، اور ظلم جو انصاف کی نقیض ہے ہر وقت حرام ہے، اس لیے آپ کو انصاف کا حکم دیا کہ آپ انصاف کریں، علم بھی دیں اور انصاف بھی دیں، تو اس کی وجہ سے عالَم میں پھر فساد ختم ہوجائے گا، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے فساد ختم ہوگیا، لوگوں میں دو صفتیں پیدا ہوئیں کہ آپس کے بھائی ہوگئے، اور خدا کے بندے ہوگئے، یہ تعلیم دی تھی آپ نے کہ اللہ کے بندے رہو، آپس کے بھائی رہو:

”كُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا“(متفق علیہ)

کہ اللہ کے بندے رہو، آپس میں بھائی رہو، جو اپنے لیے پسند کرو وہ دوسروں کے لیے پسند کرو، جو اپنے لیے ناپسند کرو دوسروں کے لیے ناپسند کرو، یہ انصاف ہوا، انصاف کا یہی تقاضا ہوا، ایک پلڑے میں آپ، ایک پلڑے میں دوسرا، تو اس سے انصاف قائم ہوگا، اس لیے انصاف ہر وقت فرض ہے۔

مہاجرین صحابہؓ اور انصارِ مدینہ کا امتیاز:

انصاف سے آگے احسان ہے، اور احسان سے آگے ایثار ہے، یہ تعلیم ہے آپ کی، انصارِ مدینہ اپنی نصرت کو ایثار تک لے گئے، ان کے ذمہ نصرت تھی، وہ اپنی نصرت کو ایثار تک لے گئے، وہ آخری درجہ ہے، اور مہاجرین اپنی ہجرت کو فقر تک لے گئے، یہ دو طبقے ہیں مہاجرین کے اور انصار کے، ان کی اطاعت میں یہ دو امتیاز ہیں، مہاجرین نے اس طرح ہجرت کی کہ وہ فقیر ہوگئے، اپنے مال کے مالک نہیں رہے، جیسے آپ حضرات نے

اُصولِ فقہ میں پڑھا ہے، ہجرت کا معنی ہے چھوڑنا تو انھوں نے اپنی دنیا کو ایسا چھوڑا کہ وہ خود فقیر ہو کے رہ گئے، اور انصار نے نصرت ایسی کی کہ وہ اپنی نصرت میں ایثار تک پہنچ گئے، تو یہ فقر تک پہنچ گئے اور یہ ایثار تک پہنچ گئے، یہ دونوں میں اپنا اپنا کمال ہے، اس لیے یہ پہلا طبقہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے والا، مہاجرین آگے ہیں، اس کے بعد انصار ہیں، پوری اُمت کو ان کی اتباع اور ان کے پیچھے چلنے کی تعلیم دی گئی ہے:

''يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ''(سورۃ التوبۃ:۱۱۹)

صادقین کے ساتھ رہو، صادقین میں سب سے پہلے یہ دو ہیں، مہاجرین اور انصار، ان کو اللہ نے سچا کہا ہے، ان کے ساتھ رہو، مہاجرین کے ساتھ رہو، انصار کے ساتھ رہو، یہی ہماری تعلیم ہے، یہی ہماری ترتیب ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے، اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق دے اور آپ لوگوں کو بھی۔(اس کے بعد حضرت کے سامنے دورہ حدیث کے ایک طالب علم نے آخری حدیث کی تلاوت کی، پھر حضرت نے اجازتِ حدیث مرحمت فرمائی)

حضرت مدنیؒ کے شاگرد کا اجازتِ حدیث دینا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین، جب ہماری (۱۹۵۴ء میں) بخاری شریف ختم ہوئی تھی، اُس زمانہ میں طلبہ زیادہ نہیں تھے، ڈیڑھ سو کے قریب ہم لوگ تھے، بخاری شریف کے ختم پر حضرت (شیخ الاسلام حسین احمد مدنی رحمہ اللہ متوفی:۱۹۵۷ء) نے کھڑے ہو کر کے ہم کو اس کی اجازت دی تھی، چوکی پر پڑھاتے تھے، چوکی پر ہی کھڑے ہو گئے تھے، اور چوکی پر کھڑے ہو کر کے ہم کو یعنی ہماری جماعت کو بخاری شریف کی اجازت دی تھی، تو جس طرح میرے حضرت نے ہم کو اجازت دی ہے، میں بھی اُن کی برکت سے آپ حضرات کو اس کی اجازت دیتا ہوں۔(اس کے بعد حضرت نے رقت آمیز دعا فرمائی)۔

امام اِبنِ القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس دُنیا سے جاؤ گے تو ایک عجیب واقعہ ہوگا.... یا تو تم ایک قید خانے سے چھوٹو گے، اور اپنے سامنے کھلی فضا پاؤ گے.... یا پھر ابھی تم آزاد پھرتے ہو اور یہاں سے نکلتے ہی ایک قید خانے میں چلے جاؤ گے...! ایک قید ضروری ہے خواہ یہاں کاٹ لو یا وہاں، یہاں عمل اور بندگی کی قید ہے اور چند دنوں کی بات ہے...وہاں بے بسی اور جہنم کی قید ہے البتہ وہاں کے دن بہت لمبے (اور نہ ختم ہونے والے) ہیں...!! چاہو تو یہاں کاٹ جاؤ اور چاہو تو وہاں جہاں کٹے گی نہیں...!!!۔

سرزمین فلسطین قرآن کریم کی روشنی میں

مولانا مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی

سرزمین فلسطین نہایت مبارک اور محترم جگہ ہے، یہ سرزمین آسمانی پیغامات اور رسالتوں کا منبع اور سرچشمہ رہی ہے، اس سرزمین پر اکثر انبیا اور رسل آئے ہیں، یہی وہ سرزمین رہی ہے جہاں سے معراج کی ابتدا اور انتہا ہوئی، یہ آسمان کا دروازہ ہے، یہ سرزمین محشر بھی ہے۔

۱-سرزمین مبارک:

اللہ عزوجل نے سرزمین فلسطین کو خیر و برکت والی زمین فرمایا ہے: ،ان جریر طبری فرماتے ہیں کہ یہاں دائمی اور ابدی طور پر خیر و برکت قائم ودائم رہے گی، علامہ شوکانی نے برکت کے معنیٰ یہاں کی زراعت اور پھل لیے ہیں، اسی کی پیداوار بہت زیادہ ہوگی، دیگر لوگوں نے برکت سے نہریں، پھل، انبیا اور صلحا مراد لیے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس سرزمین کے تعلق سے اللہ عزوجل نے یوں فرمایا ہے ''بَارَكْنَا حَوْلَهُ'' (الاسراء:۱) اس سے مراد ملک شام ہے، سریانی زبان میں ''شام'' کے معنیٰ پاک اور سرسبز زمین کے آتے ہیں، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ملک شام کو مبارک اس لیے کہا گیا کہ یہ انبیا کا مستقر، ان کا قبلہ اور نزول ملائکہ اور وحی کا مقام رہا ہے، یہیں لوگ روزِ محشر میں جمع کیے جائیں گے، حضرت حسن اور حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ اس مبارک سرزمین سے مراد ملک شام ہے،، زید بن اسلم سے مروی ہے کہ اس سے مراد ملک شام کے گاؤں ہیں، عبداللہ بن شوذب کہتے ہیں، اس سے مراد سرزمین فلسطین ہے۔

سرزمین فلسطین کو قرآن کریم میں پانچ مواقع پر بابرکت زمین سے مخاطب کیا گیا ہے:

۱- ''سُبْحَانَ الَّذِيْ أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الأَقْصَى الَّذِيْ بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ البَصِيْر ''(الاسراء:۱)

''پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گئی جس کے اردگرد ہم نے برکتیں نازل کی ہیں؛ تاکہ ہم انھیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ ہر بات سننے والی، ہر چیز دیکھنے والی ذات ہے۔''

۲-''وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُواْ يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بَارَكْنَا فِيْهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَى عَلَى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ بِمَا صَبَرُواْ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُواْ

يَعْرِشُون ''(الاعراف:۱۳۷)

''اور جن لوگوں کو کمزور سمجھا جاتا تھا، ہم نے انھیں اس سرزمین کے مشرق ومغرب کا وارث بنا دیا جس پر ہم نے برکتیں نازل کی تھیں۔اور بنی اسرائیل کے حق میں تمہارے رب کا کلمہ خیر پورا ہوا، کیونکہ انھوں نے صبر سے کام لیا تھا۔اور فرعون اور اس کی قوم جو کچھ بناتی چڑھاتی رہی تھی،،ان سب کو ہم نے ملیا میٹ کر دیا۔''

۳-''وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ''(الانبیاء:۷۱)اور ہم نے نجات دی اسے اور لوط کو اس زمین کی طرف جو(کہ)ہم نے برکت رکھی اس میں تمام جہان والوں کے لیے۔

۴-''وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَالِمِينَ''(الانبیاء:۸۱)

''اور ہم نے تیز چلتی ہوئی ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا تھا جو ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں اور ہمیں ہر ہر بات کا پورا پورا علم ہے۔''

۵-''وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّاماً آمِنِينَ ''(السبا:۱۸)اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن پر ہم نے برکتیں نازل کی ہیں، ایسی بستیاں بسا رکھی تھیں جو دُور سے نظر آتی تھیں، اور ان میں سفر کو نپے تلے مرحلوں میں بانٹ دیا تھا اور کہا تھا کہ ان (بستیوں) کے درمیان راتیں ہوں یا دن، امن وامان کے ساتھ سفر کرو۔

۲-مقدس سرزمین

ارض مقدس سے مراد ''ارض مطہر''(پاک وصاف سرزمین) ہے، راغب کہتے ہیں: بیت المقدس: یعنی یہ شرک وکفر کی نجاست سے پاک ہے، زجاج کہتے ہیں: ارض مقدس سے مراد دمشق، فلسطین اور اردن کے بعض حصے ہیں، حضرت قتادہ سے مروی ہے: اس سے ملک شام مراد ہے، ابن عساکر نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ارض مقدس عریش سے فرات تک کی سرزمین کو کہتے ہیں۔سرزمین فلسطین کو ''ارض مقدس'' صرف قرآن مجید میں ایک جگہ پر کہا گیا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

''يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللهُ لَكُمْ وَلاَ تَرْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِكُمْ فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ ''(المائدۃ:۲۱)

''اے میری قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے واسطے لکھ دی ہے، اور اپنی پشت کے بل پیچھے نہ لوٹو، ورنہ پلٹ کر نامراد ہو جاؤ گے۔''

۳- سرزمین محشر

اللہ عزوجل نے سرزمین فلسطین کو اور ''سرزمین محشر'' بھی فرمایا ہے، ارشاد باری عزوجل ہے:

''هُوَ الَّذِيْ أَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ ''(سورۃ الحشر: ۲)

''وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافر لوگوں کو ان کے گھروں سے پہلے اجتماع کے موقع پر نکال دیا۔''

یہاں ''اوّل حشر'' سے مراد یعنی ان یہودیوں کا ملک شام میں اکٹھا ہونا ہے، جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کو سرزمین مدینہ سے جلاوطن کر دیا تھا، زہری سے مروی ہے کہتے ہیں، اول حشر کے طور پر ان کی دنیا میں جلا وطنی سرزمین شام میں ہوئی تھی، ابن زید کہتے ہیں: ''اول حشر'' سے مراد سرزمین شام ہے، ابن عباس سے بکثرت روایات میں منقول ہے کہ فرماتے ہیں: جس کو اس بات میں شک ہو کہ ارض محشر سے مراد سرزمین شام ہے وہ اس آیت کو پڑھے، پھر اس آیت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تذکرہ فرمایا۔

۴- سرزمین فلسطین کا بغیر کسی صفت کے تذکرہ:

قرآن کریم میں کئی جگہوں پر بغیر کسی صفت کے تذکرہ کے سرزمین فلسطین کا ذکر موجود ہے۔

۱-''وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ''(الاسراء: ۴)

''اور ہم نے فیصلہ سنا دیا بنی اسرائیل کو کتاب میں کہ بلا شبہ ضرور تم فساد کرو گے زمین میں دو مرتبہ اور ضرور بالضرور تم چڑھائی کرو گے بہت بڑی چڑھائی۔''

شوکانی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہاں اس آیت میں سرزمین شام اور بیت المقدس مراد ہے۔

۲-''وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ ''(الانبیاء: ۱۰۵)

''اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہاں ارض مقدسہ سے سرزمین شام اور فلسطین ہے، شوکانی نے بھی ان کی موافقت کی ہے، مجید الدین حنبلی کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سرزمین بیت المقدس ہے جس کے مسلمان امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم وارث ہوں گے۔

۳-''وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَاءَ هُمُ الْعِلْمُ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ''(یونس: ۹۳)

''اور ہم نے بنو اسرائیل کو ایسی جگہ بسایا جو صحیح معنی میں بسنے کے لائق جگہ تھی، اور ان کو پاکیزہ چیزوں کا رزق

بخشا۔ پھرانھوں نے (دینِ حق کے بارے میں) اس وقت تک اختلاف نہیں کیا جب تک ان کے پاس علم نہ آگیا۔ یقین رکھو کہ جن باتوں میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے، ان کا فیصلہ تمہارا پروردگار قیامت کے دن کرے گا۔''

یہاں ''مبوأ'' سے ملک شام کا جنوبی علاقہ فلسطین مراد ہے۔

۴-وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ، وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ (التین: ۲) اکثر مفسرین کے یہاں انجیر اور زیتون سے مراد وہ شہر ہیں جہاں ان کی بکثرت زراعت اور پیداوار ہوتی ہے، حضرت کعب سے مروی ہے ''التین'' سے دمشق اور ''زیتون'' بیت المقدس مراد ہے، شہر بن حوشب سے مروی ہے کہ ''الزیتون'' سے ملک شام مراد ہے۔

۵-قرآن میں فلسطین کے علاقوں کا تذکرہ:

قرآن کریم نے بعض سرزمین فلسطین کے علاقوں کا بھی تذکرہ کیا ہے:

۱-''وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِيْنٍ ''(المؤمنون: ۵۰)۔

''اور مریم کے بیٹے کو اور ان کی ماں کو ہم نے ایک نشانی بنایا، اور ان دونوں کو ایک ایسی بلندی پر پناہ دی جو ایک پرسکون جگہ تھی اور جہاں صاف ستھرا پانی بہتا تھا۔''

ابن جریر نے مرہ نہزی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں ''الربوۃ'' سے مراد ''الرملۃ'' ہے۔

ابن عساکر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں: ''ربوۃ'' سے فلسطین کا علاقہ مراد ہے قتادہ، کعب اور ابوالعالیہ فرماتے ہیں: اس سے مراد بیت المقدس ہے۔

۲-فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَاناً قَصِيّاً ''(مریم: ۲۲)

''تو وہ حاملہ ہوگئی اس سے پھر وہ الگ ہوگئی اس کے ساتھ ایک دور جگہ (یعنی جنگل) میں۔''

مفسرین نے اس آیت کا یہ مطلب بتایا ہے کہ حضرت مریم حالتِ حمل میں دُور چلی گئیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وادی اقصیٰ تک گئیں، اور یہی بیت اللحم ہے، اس کے اور ''ایلیا'' کے درمیان چار میل کا فاصلہ ہے، اور ''ایلیا'' ''بیت المقدس'' کا ہی ایک نام ہے۔

۳-''وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ''(ق: ۴۱)

''اور توجہ سے سنیے جس دن پکارنے والا پکارے گا قریب جگہ سے۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ عز وجل کے اس قول کے بارے میں ارشاد ہے: ''من مکانِ قریب'' سے ''صخرہ''

بیت المقدس مراد ہے،قتادہ کہتے ہیں :ہم کہتے تھے کہ منادی صخرہ بیت المقدس سے آواز لگائے گا،اور کلبی اور کعب فرماتے ہیں :یہ آسمان سے زمین کا قریبی حصہ ہے۔

۴-''وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُواْ هَـذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُواْ مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَداً وَادْخُلُواْ الْبَابَ سُجَّداً وَقُولُواْ حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ''(البقرۃ:۵۸)

''اور(وہ وقت بھی یاد کرو)جب ہم نے کہا تھا کہ اس بستی میں داخل ہوجاؤ اور جہاں سے چاہو جی بھر کر کھاؤ اور(بستی کے)دروازے میں جھکے سروں سے داخل ہونا اور یہ کہتے جانا کہ(یااللہ)ہم آپ کی بخشش کے طلب گار ہیں (اس طرح)ہم تمہاری خطائیں معاف کردیں گے اور نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ (ثواب)بھی دیں گے۔

علماء کے مابین اس گاؤں کی تعیین میں اختلاف ہے،جمہور علماء کا کہنا ہے یہاں''قریۃ''''گاؤں''سے مراد بیت المقدس ہے،ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:یہاں''باب''دروازہ سے مراد بیت المقدس کا''باب الحطۃ''ہے۔

۵-''أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا''(البقرۃ:۲۵۹)

''یا(تم نے)اس جیسے شخص(کے واقعے)پر(غور کیا)جس کا ایک بستی پر ایسے وقت گزر ہوا جب وہ چھتوں کے بل گری پڑی تھی؟۔''

قرطبی نے ذکر کیا ہے اس سے مراد وہب بن منبہ اور قتادہ وغیرہ کے قول کے مطابق بیت المقدس ہے،جس وقت اللہ عزوجل نے بخت نصر کے ذریعہ بیت المقدس سے ان کا تخلیہ کرایا تھا،یہ عراق کا والی تھا،شوکانی اور جمہور بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

۶-''فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ''(البقرۃ:۲۴۹)

''چنانچہ جب طالوت لشکر کے ساتھ روانہ ہوا تو اس نے(لشکر والوں سے)کہا کہ اللہ ایک دریا کے ذریعے تمہارا امتحان لینے والا ہے۔''

قتادہ نے ذکر کیا ہے کہ یہاں نہر سے مراد اردن اور فلسطین کے درمیان کی نہر ہے،شوکانی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ نہر اردن ہے،ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد نہر فلسطین ہے۔

۷-''حَتَّى إِذَا أَتَوْا عَلَى وَادِي النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ''(سورۃ النمل:۱۸)

’’یہاں تک کہ جب وہ آئے چیونٹیوں کی وادی پر کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیو تم داخل ہو جاو اپنے گھروں (بلوں) میں (کہیں) ہرگز کچل نہ دیں تمہیں سلیمان اور اس کا لشکر اس حال میں کہ وہ شعور نہ رکھتے ہوں۔‘‘

امام رازی کہتے ہیں: اس ’’وادی النمل‘‘ سے مراد ’وادی شام‘ ہے، جہاں چیونٹیوں کی کثرت ہوتی ہے، یہ وادی ’’عسقلان‘‘ کے پڑوس میں واقع ہے۔

یہ سرزمین جس کے تقدس اور تبرک کا تذکرہ قرآن کریم میں بار بار آیا ہے، جس کے مسلمانوں کے بطور وارث ہونے کا تذکرہ قرآن مجید نے کیا ہے، یہ سرزمین مسلمانوں کے یہاں نہایت متبرک اور مقدس گردانی جاتی ہے؛ مسلمانوں کو اس کے تقدس کو سمجھنا اور بیت المقدس کی بازیابی کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے!۔

بقیہ: انسانیت کے لیے نافع بنیے!

(۳) تیسری قسم کے جانور وہ ہیں جو نہ تکلیف دیتے ہیں اور نہ ہی فائدہ پہنچاتے ہیں، جیسے جنگل میں رہنے والے جانور لومڑی، گیدڑ وغیرہ، ان جانوروں سے انسان کو نہ کوئی خاص فائدہ پہنچتا ہے، اور نہ کوئی خاص نقصان۔

جانوروں کی ان تین قسموں کو بیان کرنے کے بعد امام غزالی رحمہ اللہ انسان سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ: ’’اے انسان! تو اشرف المخلوقات ہے، اور سارے حیوانات پر تجھے فضیلت عطاء کی گئی ہے، تو اگر تو انسان نہیں بنتا بلکہ جانور بننا چاہتا ہے تو کم از کم پہلی قسم کا جانور بن جا، جو دوسروں کو فائدہ تو پہنچاتے ہیں، نقصان نہیں پہنچاتے۔ اور اگر تو اس سے بھی نیچے آنا چاہتا ہے تو تیسری قسم کا جانور بن جا، جو نہ نقصان پہنچاتے ہیں اور نہ فائدہ۔ اور اگر تو نے فائدہ پہنچانے کے بجائے نقصان پہنچانا شروع کر دیا تو پھر تو سانپ، بچھو اور درندوں کی قسم میں داخل ہو جائے گا۔ (اصلاحی خطبات ۸/۹۱-۹۲)

بہر حال آج کے ماحول میں اس کام کی سخت ضرورت بھی ہے، اور یہ کام نہایت صبر آزما اور دیر طلب بھی ہے، اس لئے اس اہم کام کو ایک مشن بنا کر کیا جانا چاہئے، اور اس سلسلے میں جوش سے زیادہ ہوش، ہمت وحوصلہ اور استقلال وتسلسل کے ساتھ کام کرنا نیز حدود جواز کے اندر رہنا بے حد ضروری ہے، پھر دیکھئے کیسی تبدیلی آتی ہے، اللہ تعالی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

اِنسانیت کے لئے نافع بنئے!

مولانا ابوجندل قاسمی

چیزوں کا وجود وبقاان کی قدرو قیمت اوراُن میں جاذبیت وکشش، اُن کی افادیت ونافعیت کی وجہ سے ہے، جس کو سمجھنے کے لئے بہت زیادہ ذہانت اور عقل وعلم کی ضرورت نہیں، بلکہ روزمرہ استعمال میں آنے والی اشیاء سے اس حقیقت کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے، مثلا: شکر اور نمک کی قدر ان کے رنگ وروپ کی وجہ سے نہیں، بلکہ اُن کی حلاوت اور نمکینی کی وجہ سے ہے، جب تک اُن میں یہ افادیت و نافعیت ہے اُن کی مانگ ہے، اُن کو خریدا جاتا ہے، پانی کی طلب پیاس دور کرنے اور صفائی کے حصول کے لئے ہے، اسی نافعیت کی بنیاد پر اس کی طلب وجستجو ہوتی ہے، اگر یہ افادیت اس سے ختم ہوجائے تو کوئی اُسے مفت لینے کے لئے بھی تیار نہ ہوگا۔

اس حقیقت کو قرآن کریم نے بڑے واضح انداز میں بیان فرمایا ہے، ارشاد مبارک ہے:

اَمَّا الزَّبَدُ فَيَذۡهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِى الۡاَرۡضِ (الرعد، آیت: ۱۷)

ترجمہ: سو جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے، اور جو چیز لوگوں کے لئے کارآمد ہے وہ دنیا میں (نفع رسانی کے ساتھ) رہتی ہے۔ (ترجمہ: حضرت تھانویؒ)

زمین پر بقا اور پائیداری، ترقی کرنا، آگے بڑھنا، عزت واحترام کے ساتھ زندہ رہنا، مقام ومرتبہ اور قدرومنزلت اسی شخص کے لیے ہے جس کے دامن میں مخلوق کی نفع رسانی کا سرمایہ ہے، نافعیت ایسا خالص اور اصلی سکہ ہے جو ہر جگہ اور ہر ماحول میں چلتا ہے، جس کی قیمت کبھی نہیں گرتی، حالات کے اتار چڑھاؤ سے اس پر کوئی فرق نہیں پڑتا، ہزار مخالفتوں، فتنوں اور دشمنیوں کے باوجود بھی اس کی محبوبیت ومقبولیت میں اضافہ ہی ہوتا ہے، نافع کی ذات اور اُس سے متعلق چیزوں کی قدر کرنا، اس سے محبت رکھنا، اس کی حفاظت کرنا اور اُس کی طلب وجستجو ہونا یہ انسانی فطرت میں داخل ہے۔ جب کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو نفع پہنچاتا ہے، اس کی مدد وحاجت روائی کرتا ہے، اُس کے دکھ درد میں شریک ہوتا ہے، مصیبت کے وقت اُس کے کام آتا ہے، تو فطری طور پر دونوں کے درمیان اخوت و بھائی چارگی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، اور الفت ومحبت پروان چڑھنے لگتی ہے۔

دوسروں کے کام آنے والا رسوانہیں ہوسکتا:

اس حقیقت کا اظہار ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے کیا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر

غارحراء میں پہلی وحی نازل ہوئی، اورآپ خوف زدہ ہوگئے، سردی کی شدت سے آپ کے بدن مبارک پرکپکپی طاری ہوگئی، چناں چہ آپ نے گھرتشریف لاکرفرمایا: "زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي" (مجھے چادراڑھادو، مجھے چادراڑھادو)

اورفرمایا کہ: مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے، اُس وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ کہا:

كَلَّا واللهِ مَا يُخْزِيكَ اللهُ اَبَدًا إنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وتَعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ

(یعنی ایسانہیں ہوسکتا، خدا کی قسم! اللہ آپ کوکبھی رسوانہ کرے گا، آپ توصلہ رحمی کرتے ہیں، لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کی خبرگیری کرتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں، اورمصیبتوں میں دوسروں کے کام آتے ہیں) صحیح بخاری کتاب التعبیر میں "وتصدق الحدیث" بھی ہے، یعنی آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ (صحیح البخاری ۳/۱ حدیث ۳-۴/۲/۱۰۳۴ حدیث: ۶۹۸۲ کتاب التعبیر)

مطلب یہ ہے کہ جوشخص ایسے اعلیٰ اخلاق وعادات محاسن وکمالات اور پاکیزہ صفات سے متصف ہو، انسانیت کے لئے نفع بخش ہومحتاجوں، مصیبت زدہ اورستم رسیدہ لوگوں کے لئے جائے پناہ ہو، وہ نہ دنیا میں رسواہوسکتا ہے نہ آخرت میں، اورغیبی نصرت وتائیداورتوفیق الٰہی ہروقت اُس کے شامل حال رہتی ہے۔

حضرت والا ہردوئی کا ایک واقعہ:

اس سلسلے میں محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کا ایک نصیحت آموز واقعہ حضرت مولانا افضال الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی نے نقل کیا ہے کہ: "گرمیوں کا رمضان تھا، ایک دن موسم بھی سخت تھا، عصر کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے، علماء وصلحاء، ارباب افتاء اور مدارس کے ذمہ داران وغیرہ کا مجمع تھا، ان کی طرف مخاطب ہوئے، سوال کیا کہ موسم کیسا ہے؟ حاضرین نے کہا: آج تو بہت سخت ہے، پھرسوال کیا کہ اندرونِ مسجد کیا حال ہے؟ چوں کہ کولر چل رہا تھا، اس لئے کہا گیا کہ: ماحول خوش گوار ہے، اس پر ارشادفرمایا کہ: یہ کولر ایک سبق دے رہا ہے کہ مسجد کے باہرفضاء میں گرمی ہے، تمازت ہے، دھوپ اورلُو کا اثر ہے، مگر جتنی دُورتک اُس کے اثرات پہنچ رہے ہیں وہاں کا موحول بدلا ہوا ہے، گرمی کا احساس نہیں، ہرایک کوراحت محسوس ہورہی ہے، آرام مل رہا ہے، اس کی وجہ سے اس کولر کی قدر ہے، اس کی قیمت ہے، ہرشخص چاہتا ہے کہ اس سے نفع اٹھائے، یہی مؤمن کا بھی حال ہے کہ صحیح معنوں میں مؤمن ہو، سچا مسلمان ہو، اس کی ذات سے کسی کوتکلیف نہ ہو،

وہ دوسروں کی راحت وآرام کا خیال رکھے، تو ایسا مسلمان جس ماحول میں بھی رہے گا اس کے اثرات ظاہر ہوں گے، لوگ اس کا لحاظ وخیال رکھیں گے، دلوں میں اس کی عزت واحترام ہوگا۔

آج کا ماحول یقیناً پُر آشوب ہے، فضا مسموم اور ہوائیں زہریلی ہیں، مگر حالات کی نزاکتوں سے گھبرا جانا، تنقید و تبصرے کر دینا، جیسا کہ عمومی مزاج ہے، ظاہر ہے کہ یہ نہ ان حالات کا علاج ہے اور نہ ہی مشکلات سے نکلنے کا راستہ، اگر کوئی شخص راستے میں کانٹے ڈالتا ہے یا گڑھا کھودتا ہے تو اس کے جواب میں کانٹے ڈالنا اور گڑھا کھودنا علاج نہیں ہے، اس سے راستہ مزید خراب ہی ہوگا، بلکہ ہمت وحوصلے سے کام لیتے ہوئے کانٹے ہٹانے اور گڑھے کو پاٹنے کے لئے قدم آگے بڑھایا جانا چاہئے ، ''ہمت مرداں مدد خدا''، نفع رسانی، افادۂ خلق، رفاہی امور، انسانیت دوستی، دوسروں کے کام آنا ، ہم دردی وخیر خواہی ، محبت و پیار اور تعاون کا ہاتھ بڑھایا جائے ، غریبوں ، مظلوموں اور کم زوروں کے دکھ درد میں شریک ہوکر اُن کے لئے سہارا بنا جائے ، اس طرح جہد مسلسل سے برف پگھلے گی ، پتھر دلوں میں نرم گوشہ پیدا ہوگا ، بدگمانیاں دور ہوں گی ، فاصلے کم ہوں گے ، دوریاں نزدیکیوں سے بدلیں گی ، نفرت کے بجائے محبت ، غیریت کے بجائے اپنائیت ، دشمنی کے بجائے دوستی اور خیر خواہی کا ماحول ہوگا۔

ارشاد مبارک ہے:

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدفَعْ بِالَّتِی هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِی بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهُ وَلِیٌّ حَمِيمٌ ۔ **(حم السجدة، آیت: ۳۴)**

ترجمہ: اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی تم بدی کا دفاع ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو، نتیجہ یہ ہوگا کہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی ، وہ دیکھتے ہی دیکھتے ایسا ہو جائے گا جیسے وہ (تمہارا) جگری دوست ہو۔ (آسان ترجمہ قرآن)

حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ: میں چاہتا ہوں کہ لوگوں میں سب سے بہتر اور اچھا انسان بن جاؤں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ فَكُنْ نَافِعاً لَهُمْ «. (کنز العمال ۱۶/۶، حدیث: ۴۴۱۵۴)

''لوگوں میں سب سے اچھا آدمی وہ شخص ہے جو دوسرے لوگوں کو (مسلمان ہو یا غیر مسلم) نفع پہنچائے ، لہٰذا تم ان کے لئے نافع بن جاؤ۔''

مؤمن کی مثال:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت اور مخلوق خدا کی خدمت ونافعیت کے حوالے سے مؤمن کی مثال کھجور کے

درخت سے دی ہے؛ چناں چہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ:

اِنّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَۃً لَا یَسْقُطُ وَرَقُھَا وَإِنَّھَا مِثْلُ الْمُسْلِمِ حَدِثُونِی مَاھِیَ

''درختوں میں ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے، اور وہ درخت مسلمان کی مثال ہے، بتاؤ وہ درخت کونسا ہے؟) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنگل کے درختوں میں غور کرنے لگے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ: یا رسول اللہ! آپ ہی ارشاد فرمائیں کہ وہ کونسا درخت ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔'' (صحیح بخاری/ کتاب العلم ۱/ ۱۴ حدیث: ۶۱)

مطلب یہ ہے کہ بہت سے درخت ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے پھل دینے کا ایک موسم ہوتا ہے، کہ فلاں موسم میں پھل دیں گے اور فلاں موسم میں پھل نہیں دیں گے، لیکن کھجور کا درخت ''بارہ ماسی'' ہوتا ہے، سال بھر اُس کا پھل کھایا جاتا ہے، اسی طرح مسلمان بھی سرچشمۂ خیر ہوتا ہے مخلوق خدا ہمیشہ اُس سے فیض یاب اور منتفع ہوتی رہتی ہے، اور وہ بارہ ماسی کھجور کی طرح ہر وقت لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ (مستفاد از: تحفۃ القاری ۱/ ۳۱۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الخَلْقُ عِیَالُ اللہِ فَاَحَبّھُمْ إلَی اللہِ أَنْفَعُھُمْ لِعِیَالِہ. (مسند أبي یعلی ۶۵ /۶ حدیث: ۳۳۱۵)

یعنی مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔ (یعنی سب مخلوق کی روزی اور اُن کی ضروریات حیات کا حقیقۃ اللہ تعالیٰ ہی کفیل ہے، جس طرح کہ کوئی آدمی اپنے اہل وعیال کی روزی اور اُن کی ضروریات کا مجازاً کفیل ہوتا ہے) پس لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ سب سے زیادہ نفع رسانی کا معاملہ کرے۔

نفع رسانی میں بخل جرم ہے:

نفع رسانی اور افادیت کے موقع محل سے فائدہ نہ اُٹھانا اور اس سلسلے کی صلاحیت واستعداد اور اسباب و وسائل میں بخل کرنا ایک قسم کا جرم ہے، چناں چہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا اور تو نے میری عیادت نہیں کی، بندہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں آپ کی عیادت کس طرح کرتا آپ تو رب العالمین ہیں؟ (بیماری کا تجھ سے کیا واسطہ اور تیری بارگاہ میں اس کا کہاں گزر؟) اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں ہوا تھا

کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی ، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے (یعنی میری خوشنودی) اس کے پاس ہی پاتا، پھر فرمائے گا: اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا، مگر تو نے کھلایا نہیں، بندہ کہے گا: اے میرے رب! میں آپ کو کس طرح کھانا کھلاتا آپ تو رب العالمین ہیں؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: کیا تیرے علم میں نہیں تھا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے کھلایا نہیں، کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اس کو کھلاتا تو اُسے (یعنی اس کا ثواب) میرے پاس پاتا، پھر فرمائے گا: اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے پلایا نہیں، بندہ کہے گا: اے میرے رب! میں آپ کو کیسے پانی پلاتا آپ تو سارے جہانوں کے پروردگار ہیں؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو نے اسے نہیں پلایا، کیا تیرے علم میں نہیں تھا کہ اگر تو اُس کو پانی پلاتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔ (صحیح مسلم، کتاب البر الصلۃ/ باب فضل عیادۃ المریض حدیث: ۲۵۶۹)

اس حدیث شریف میں نہایت مؤثر اور غیر معمولی انداز میں کسمپرس بیماروں کی عیادت و تیمارداری اور بھوکوں، پیاسوں کو کھلانے پلانے کی ترغیب دی گئی ہے، اس میں غور کرنے سے سمجھا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ہدایت میں ان معاشرتی اعمال اور حاجت مندوں کی خدمت و اعانت کی کس قدر اہمیت ہے اور ان کا درجہ کتنا بلند ہے، فرمایا گیا ہے کہ جو کسی حاجت مند اور بیمار کی عیادت کرے گا وہ خدا کو اُس کے پاس پائے گا، اور اُسے خدا مل جائے گا۔ (معارف الحدیث ۳۱۸/۶)

نافع جانوروں کی طرح بنو:

امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تین قسم کے جانور پیدا فرمائے ہیں:

(۱) جانوروں کی ایک قسم وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتی ہے، شاذ و نادر ہی کبھی اُن سے نقصان پہنچتا ہے، مثلاً: بکری اور بھینس وغیرہ، یہ جانور اپنے دودھ کے ذریعے لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں، جب دودھ دینا بند کر دیں گے تو تم اُن کا گوشت استعمال میں لے آؤ گے، اور اس طرح تمہیں فائدہ پہنچانے کے لئے یہ جانور اپنی جان تک دے دیتے ہیں۔

(۲) دوسری قسم کے جانور وہ ہیں جو تکلیف ہی پہنچاتے ہیں، اور بظاہر اُن کا کچھ فائدہ نہیں، مثلاً: سانپ، بچھو، درندے وغیرہ، یہ سب موذی جانور ہیں، جب کسی انسان کو ملیں گے تو تکلیف ہی دیں گے اور ڈنک ماریں گے۔

(بقیہ: صفحہ نمبر: ۴۰)

آل دیر شعبہ تحفیظ اساتذہ کی تربیتی نشست

مولانا راحت اللہ مدنی
مسؤل وفاق المدارس آل دیر (شعبہ حفظ)

24 نومبر 2024ء کو آل دیر شعبۂ تحفیظ کے اساتذہ کی تربیتی نشست منعقد ہوئی، جس کی تجویز بندہ نے اپنے رفقائے کار (قراء کمیٹی آل دیر) کی باہمی مشاورت سے تیار کی اور اس کے بعد وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملاکنڈ ڈویژن کے معاون ناظم حضرت مولانا قاری محب اللہ صاحب کی خدمت میں پیش کی جس کو قاری محب اللہ صاحب نے خوب سراہا۔ اگلے مرحلے میں ہم نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان صوبہ خیبر پختون خوا کے ناظم حضرت مولانا حسین احمد صاحب سے اس تربیتی نشست کی اجازت لی۔ تو حضرت نے اس تربیتی نشست کے انعقاد کو خوش آئند قرار دیا۔ تربیتی نشست میں توقع سے بڑھ کر شرکت ہوئی، اور 500 سے زائد معلمینِ تحفیظ نے اس میں حصہ لیا۔ تمام شرکاء کے لیے پہلے سے سیریل نمبر جاری کیا گیا تھا اور اسی سیریل نمبر پر داخلہ کارڈ کا اجراء بھی ہوا۔ داخلے سے قبل ہر خاص و عام سے موبائل فون جمع کیا گیا اور پروگرام کے اختتام پر تمام شرکاء کو موبائل فون واپس کئے گئے۔ پوری نشست میں تمام احباب انتہائی یکسوئی اور توجہ کے ساتھ شریک تھے۔

نشست کے لیے اہم موضوعات کا انتخاب کیا گیا اور صوبائی ناظم حضرت مولانا حسین احمد صاحب سے ان کی منظوری لی گئی۔ ان موضوعات میں حفظ استاد کی صفات، مصائب و مشکلات میں صبر، تدریس کے طریقے، اپنے منصب کی قدردانی، طلبہ کی اخلاق، نظریاتی اور عملی تربیت، وفاق المدارس کی اہمیت، اور اس کا نظامِ امتحان شامل تھے۔

اہم نکات اور خطابات:

اس نشست میں صوبائی ناظم حضرت مولانا حسین احمد صاحب اور قاری محب اللہ صاحب نے بحیثیتِ مہمانان خصوصی شرکت کی۔

نشست کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا اور یہ سعادت بین الاقوامی ایوارڈ یافتہ قاری مولانا قمر زمان صاحب نے حاصل کی۔ اسکے بعد مولانا قاری محب اللہ صاحب کے خطبہ اور دعائیہ کلمات سے باقاعدہ آغاز ہوا۔ انہوں نے دینی مدارس کی خدمات کو اللہ تعالی کی عظیم نعمت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

دنیا میں مدارس کا نظام موجود ہے،لیکن کسی بھی ملک میں ایسا اجتماعی ادارہ موجود نہیں، جیسا وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی شکل میں ہمیں عطا کیا گیا ہے۔ وفاق ہی کی بدولت ہم یہاں جمع ہیں اور دینی تعلیم کا ایک منظم نظام وجود میں آیا ہے۔ مولانا صاحب نے اپنے والدِ گرامی کے ایک متاثر کن واقعے کا ذکر کیا، جس میں انہوں نے 1965ء میں مینگورہ کی ایک چھوٹی سی دکان سے بچوں کو قاعدہ پڑھانے کا آغاز کیا۔ اس چھوٹے سے اقدام نے رفتہ رفتہ ایک عظیم تعلیمی سلسلے کو جنم دیا، اور آج وہ درسگاہ بڑے مدارس کی شکل اختیار کر چکی ہے۔

اہم موضوعات پر گفتگو:

1. مدارس میں بدعات کا خاتمہ:

مولانا قاری محب اللہ صاحب نے زور دیا کہ دینی مدارس کو بدعات اور رسومات سے پاک رکھنا نہایت ضروری ہے، کیونکہ یہ عناصر مدارس کی تباہی کا سبب بنتے ہیں۔

2. ناظرہ قرآن کی درستگی:

انہوں نے تاکید کی کہ طلبہ کو ناظرہ قرآن صحیح پڑھانے پر خصوصی محنت کی جائے۔ مدارسِ بنات میں بھی اس بات پر زور دیا گیا کہ طالبات کے لیے ناظرہ قرآن کی درستی کو یقینی بنایا جائے، کیونکہ جو فاضلہ صحیح تلاوت نہیں کر سکتی، وہ امت کی مؤثر رہنمائی نہیں کر سکتی۔

3. طلبہ کی تربیت:

اساتذہ کو ہدایت دی گئی کہ طلبہ کی اخلاقی، نظریاتی، اور عملی تربیت پر خصوصی توجہ دی جائے تاکہ وہ نہ صرف اچھے حفاظ بلکہ متبعِ سنت بھی بن سکیں۔

حضرت مولانا عبدالاحد صاحب:

حضرت مولانا عبدالاحد صاحب نے فرمایا کہ ہمارا زمانہ فتنوں کا زمانہ ہے، لہٰذا تربیت اور اصلاح کے لیے تدریبات منعقد کرنا انتہائی ضروری ہے۔ ان بیانات کے ذریعے تربیت بھی حاصل ہوتی ہے اور مختلف آراء کے تبادلے سے مدارس کی ترقی و تعمیر کے نئے راستے کھلتے ہیں۔

تعلیمی نظام کی بنیاد استاد کے کردار پر ہوتی ہے۔ استاد کو اپنے منصب کی عظمت کا احساس ہونا چاہیے، کیونکہ وہی معاشرے کی تحریکات کو فعال کرنے والا اصل ذریعہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **بعثت معلما** (مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا) اور فرمایا: **العلم بالتعلم** (علم سیکھنے اور سکھانے سے حاصل ہوتا ہے)

علم کی عظمت کا اندازہ اس اصول سے لگایا جا سکتا ہے کہ قدرِ مصنَف قدرِ مصنِف سے ہے، یعنی مصنف کے مقام و

مرتبے کے مطابق اس کی تصنیف کی قدر کی جاتی ہے۔قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے،اس لیے اس کی فضیلت سب سے بلند ہے۔استاد چونکہ اس مقدس کتاب کی خدمت کرتا ہے،اس لیے اس کی عظمت اور شان بھی اسی قدر بڑھ جاتی ہے۔ایک کامیاب استاد و معلم کے لیے چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

1.خود تربیت یافتہ ہونا:

استاد کو چاہیے کہ وہ اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کرے۔اپنی تربیت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے شیخ یا مربی کے سامنے عاجزی کے ساتھ بیٹھے،اپنے عیوب و نقائص کو ظاہر کرے،تاکہ اصلاح کی راہ ہموار ہو سکے۔

2.تعلیمی صلاحیت:

استاد میں یہ صلاحیت ہونی چاہیے کہ وہ طلبہ کو نہ صرف بہترین انداز میں علم دے سکے بلکہ ان کی اخلاقی اور روحانی تربیت بھی کر سکے۔ مدرّس کے انتخاب کے وقت اس کی تعلیمی صلاحیت کو پرکھنا لازمی ہے، تاکہ بعد میں شکایات پیدا نہ ہوں۔

3.اپنے مشن سے عشق:

مدرسے میں تدریس کو روزگار کے بجائے ایک مشن سمجھا جائے۔ایک معلم کو اپنے مقصد کے ساتھ خلوص اور عشق ہونا چاہیے۔

4.عملی نمونہ ہونا:

استاد خود نیک اعمال کا پابند ہو، جیسے تلاوت، تہجد، اور دیگر عبادات، تاکہ طلبہ کو عملی ترغیب ملے۔اگر استاد خود بے عمل ہوگا تو شاگرد بھی عمل صالح سے دور ہو جائیں گے۔

5.اخلاقی بلندی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ (آپ عظیم اخلاق کے حامل ہیں)ایک استاد کے لیے لازم ہے کہ وہ بلند اخلاق، سخاوت، پاک دامنی، اور عبادت گزاری کی صفات سے مزین ہو۔زبان پر قابو رکھے اور طلبہ کے لیے بہترین اخلاقی نمونہ بنے۔

6.نظر کی وسعت:

استاد کو طلبہ کے مقام اور ان کے منصب کا ادراک ہونا چاہیے۔طلبہ وحی کے محافظ ہیں، لہٰذا ان کے ذہنوں میں وحی کی اہمیت اور تقدس کو اجاگر کرنا ضروری ہے، تاکہ وہ جدید فتنوں، مثلاً مصنوعی ذہانت (جیسے Chat GPT) پر غیر ضروری انحصار سے بچ سکیں۔

7.طلبہ کی فکری وذہنی تربیت:

طلبہ کی ذہنی، جسمانی، اور خاندانی حالات کو سمجھنا استاد کی ذمہ داری ہے۔طلبہ کی ذہنی صلاحیت کے لحاظ سے تدریسی انداز اختیار کریں،اوران کے خاندانی ماحول پر نظر رکھیں تاکہ وہ کسی بھی منفی اثر سے محفوظ رہیں۔

مدارس کے لیے ضروری اصلاحات:

1.معیار کو فوقیت:

طلبہ کی تعداد میں اضافے کے بجائے معیار پر توجہ دیں۔دارالعلوم دیوبند کی ابتدا چند معیاری افراد سے ہوئی تھی، کثرت طلبہ سے نہیں۔

2.لباس میں اعتدال:

طلبہ کے لباس میں سادگی اور اعتدال کو مدنظر رکھا جائے،تاکہ یہ غریب طلبہ کی استطاعت کے مطابق ہو۔

3.طالب علم کی اصلاح کا طریقہ:

اگر کسی طالب علم سے کوئی نازیبا حرکت سرزد ہوتو اصلاح خفیہ طریقے سے کریں۔سرپرست کو اعتماد میں لے کر مسئلے کو سنبھالیں،تاکہ طالب علم کی عزت بھی محفوظ رہے اور مدرسے کی نیک نامی پر بھی حرف نہ آئے۔

4.نوبلوغ طلبہ کی تربیت:

نوبلوغ طلبہ کو شرعی مسائل، جیسے طہارت اور غسل کے احکام، کی تعلیم دیں،تاکہ وہ گناہوں سے بچ سکیں۔اساتذہ کے لیے ایک کتاب "جنسی تعلیم" مطالعے کے لیے مفید ہے،جس میں ان موضوعات پر شرعی رہنمائی دی گئی ہے۔

5.سزا اور خدمت میں اعتدال:

طلبہ کو سزا دیتے وقت تشدد سے گریز کریں۔سزا اور خدمت دونوں میں طلبہ کی جسمانی صحت اور نفسیاتی حالت کا خاص خیال رکھیں۔حاصل یہ ہے کہ ایک استاد نہ صرف قاری، حافظ، یا عالم تیار کرتا ہے بلکہ ایک تحریک کی بنیاد رکھتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ علمائے دیوبند جامد یا محض روزگار والے اساتذہ نہیں بناتے بلکہ ایسی شخصیات تیار کرتے ہیں جو دین کی خدمت کے لیے عملی تحریک بن جائیں۔اس لیے ہر معلم کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو پوری دیانت داری، خلوص، اور شعور کے ساتھ انجام دے،تاکہ وہ طلبہ کے لیے مشعل راہ ثابت ہوسکے۔

قاری سرتاج الدین صاحب:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں مولانا راحت اللہ مدنی صاحب کی صورت میں ایک مخلص خیر خواہ اور ہمارے مدارس کے مسائل کو سمجھنے والا مسؤل عطا کیا ہے۔وہ ہمیشہ اس فکر میں رہتے ہیں کہ ہمارے مدارس کا معیار بلند ہو اور ان کی ترقی

کے راستے ہموار ہوں۔ لہٰذا آپ کا فرض ہے کہ مسؤل صاحب کے ساتھ مکمل تعاون کریں اور جس طرح وہ آپ کے مدارس اور کلاسز کے لیے محنت کرتے ہیں، آپ بھی اپنے کام پر توجہ دیں۔ اپنے مدرسے اور کلاس کو بہتر سے بہتر بنائیں۔ چند مسائل کی نشاندہی آپ کی توجہ کے لیے پیش ہے:

1. چندہ کے لیے بچوں کا استعمال:

بعض مدارس چھوٹے بچوں کو گلیوں، بازاروں اور مساجد میں چندہ کرنے کے لیے بھیجتے ہیں، جو نہایت نامناسب عمل ہے۔ اس سے بچوں میں خیانت اور بھیک مانگنے کی عادت پڑ جاتی ہے اور ان کا قیمتی تعلیمی وقت ضائع ہوتا ہے۔ لہٰذا اس عمل سے گریز کریں اور بچوں کی تعلیم و تربیت پر توجہ مرکوز رکھیں۔

2. دستار بندی اور ختمِ قرآن کی محافل میں فضول خرچیاں:

ان محافل میں غیر ضروری رسم و رواج اور اخراجات کا رجحان بڑھ رہا ہے، جس کا بوجھ اکثر طلبہ کے والدین پر ڈال دیا جاتا ہے، جو مناسب نہیں۔ مزید برآں، بعض اوقات قرآن مکمل یاد کیے بغیر ہی طالب علم کی دستار بندی کی جاتی ہے، جو غلط تاثر پیدا کرتا ہے۔ یہ عمل نہ صرف طلبہ کے اندر غیر سنجیدگی پیدا کرتا ہے بلکہ ان کی تعلیمی معیار کو بھی متاثر کرتا ہے۔ بہتر ہوگا کہ صرف اُن طلبہ کی دستار بندی کی جائے جو مکمل اور مضبوط حافظِ قرآن ہوں، اور ان محافل کو سادگی سے منعقد کیا جائے۔

3. درس گاہ میں موبائل فون کا استعمال:

موبائل فون کا بے جا استعمال مدارس میں نظم و ضبط کو خراب کر رہا ہے۔ اساتذہ کی توجہ قرآن پڑھانے اور بچوں کی نگرانی سے ہٹ کر موبائل کی طرف ہو جاتی ہے، جو نہایت نقصان دہ ہے۔ بعض اوقات، فیس بک وغیرہ کے استعمال سے نازیبا مواد بھی سامنے آتا ہے، جو درسگاہ کے تقدس کے منافی ہے۔ لہٰذا اس کے استعمال کو سختی سے روکا جائے۔

4. طلبہ کی محدود تعداد:

مہتممین سے گزارش ہے کہ حفظ کی کلاسز میں طلبہ کی تعداد کو محدود رکھیں، سال کے درمیان داخلے جاری نہ کریں۔ اس سے مدرسے کا معیار بلند ہوگا، اساتذہ اور طلبہ کے درمیان تعلقات خوشگوار رہیں گے، تعلیمی کارکردگی بہتر ہوگی۔ علاوہ ازیں، دستار بندی کی محافل پر ہونے والے غیر ضروری اخراجات کو کم کر کے اس رقم کو اساتذہ کی ضروریات پوری کرنے میں لگائیں۔ اس سے نہ صرف آپ کو اجر ملے گا بلکہ اساتذہ بھی خوش ہو کر زیادہ محنت کریں گے۔

مفتی عثمان بدر صاحب:

مولانا قاری مفتی عثمان بدر صاحب نے قرآنی تعلیمات کے معیار کو بلند کرنے اور عملی تجوید کی اہمیت پر زور دیا۔

ان کی گفتگو میں درج ذیل نکات نمایاں رہے:

1. تجوید کی اہمیت:

مولانا صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ مدارس کے حفظ کے حلقات میں طلبہ کو قرآن آہستہ اور تجوید کے اصولوں کے مطابق پڑھنے کی تربیت دی جائے۔ بچوں کو جلد بازی اور غلط پڑھنے سے روکنا چاہیے۔ درسگاہوں کو اس حوالے سے معیاری اور منظم بنایا جائے تاکہ حفظ کے عمل میں معیار اور اخلاص قائم رہے۔

2. بچوں کے انتخاب کے اصول:

حفظ کے لیے بچوں کا انتخاب ایک اہم اور حساس معاملہ ہے۔ مولانا صاحب نے کہا کہ بچوں کی ذہنی استعداد، ان کا ذاتی شوق، اور سرپرستوں کی مکمل توجہ کے بغیر حفظ شروع نہ کیا جائے۔ ایسے بچوں کو حفظ کے لیے منتخب کیا جائے جو ناظرہ قرآن کو مکمل طور پر صحیح انداز میں پڑھ سکیں۔ حفظ کا آغاز کرنے سے قبل سرپرستوں سے مشورہ کریں اور پھر دورانِ تعلیم ان سے وقتاً فوقتاً رابطہ برقرار رکھیں تاکہ بچے کی تعلیمی پیشرفت اور ضروریات کا جائزہ لیا جاسکے۔

3. مسابقات کی تیاری کا طریقہ کار:

مسابقات کے حوالے سے انہوں نے نصیحت کی کہ اساتذہ کلاس کے تمام طلبہ پر یکساں توجہ دیں تاکہ کسی ایک بچے کو ترجیح دینے سے باقی کلاس کے معیار پر منفی اثر نہ پڑے۔ مسابقات کے لیے خصوصی طور پر قابل طلبہ کو اضافی اوقات میں تیار کریں، لیکن کلاس کے مقررہ وقت میں تمام طلبہ کے حقوق کا خیال رکھیں تاکہ حق تلفی کا گناہ نہ ہو اور مجموعی معیار میں بہتری آئے۔

4. عالمی مسابقات میں تجربات اور رہنمائی:

مولانا صاحب نے عالمی مسابقات میں شرکت کے اپنے تجربات بیان کیے اور عرب ممالک کے مسابقات میں سخت معیار اور تجوید، لہجہ، اور آواز کی باریکیوں پر دی جانے والی خصوصی توجہ کا ذکر کیا۔ انہوں نے اس حوالے سے چند قرآنی آیات کی مثالیں بھی پیش کیں تاکہ سامعین ان باتوں کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔

یہ نکات اساتذہ، طلبہ، اور سرپرستوں کے لیے رہنما اصول کے طور پر کام کر سکتے ہیں، جن کی مدد سے قرآنی تعلیمات میں مزید بہتری اور تربیت میں پختگی لائی جاسکتی ہے۔

حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب:

مولانا ثنا اللہ صاحب نے فرمایا کہ ہمارا اور آپ کا یہ کام بہت عظیم ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ قرآن پڑھائیں، اور اگر اس

خدمت کے دوران موت آئے تو وہ موت شہادت کی ہوگی۔اس عظیم ذمہ داری کو احسن طریقے سے انجام دینے کے لیے درج ذیل امور کا خاص اہتمام ضروری ہے:

1. یونیفارم کا اہتمام:

ایک جیسے لباس سے نہ صرف کلاس میں یکسانیت اور نظم وضبط پیدا ہوگا بلکہ اپنی تہذیب اور اسلامی لباس کی ترویج کا بھی سبب بنے گا۔اس سے غریب اور امیر کے درمیان تفریق ختم ہوگی اور تعلیمی ماحول بہتر ہوگا۔

2. صفائی کا خاص انتظام:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نظفوا أفنيتكم ولا تشبهوا باليهود

یعنی اپنے گھروں کے صحن صاف رکھو اور یہود کی مشابہت سے بچو۔لہٰذا طلبہ کی جسمانی صفائی، درسگاہ، مسجد، وضو خانے اور حمامات وغیرہ کی صفائی کا خاص خیال رکھا جائے اور اس کے لیے ایک مؤثر نظام وضع کیا جائے۔

3. بلاناغہ حاضری:

مسلسل حاضری تعلیمی تسلسل کے لیے ضروری ہے۔غیر حاضری سے بچے کی دلچسپی کم ہو جاتی ہے۔ داخلہ فارم پُر کراتے وقت والدین سے حاضری کے متعلق بات کریں اور ان سے مسلسل رابطہ رکھیں تاکہ بچے کی مکمل نگرانی ہو سکے۔

4. کلاس میں نظم وضبط:

کلاس میں شور وشغب سے اجتناب کریں۔اگر کسی طالب علم کو تنبیہ کرنی ہو تو اسے قریب بلا کر بات کریں تاکہ دیگر طلبہ کی توجہ متاثر نہ ہو۔

5. کلاس کی نگرانی:

استاد کو چاہیے کہ کلاس کے دوران پوری کلاس پر نظر رکھے۔حفظ کے استاد کو شکاری کی مانند بیدار اور زیرک رہنا چاہیے تاکہ طلبہ کی کارکردگی بہتر ہو۔

6. ذہنی اور جسمانی حاضری:

درسگاہ میں بروقت جسمانی موجودگی کے ساتھ ساتھ ذہنی یکسوئی بھی ضروری ہے۔قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ کے طرز عمل کو اپنائیں جو وقت سے پہلے درسگاہ پہنچتے تھے۔موبائل یا دیگر مشاغل سے اجتناب کریں۔

7. قاعدہ، ناظرہ اور حفظ پر محنت:

قاعدہ کو بنیاد سمجھ کر اس پر خصوصی توجہ دیں۔قاعدہ مضبوط ہو تو ناظرہ آسان ہوگا، اور ناظرہ مضبوط ہو تو حفظ میں

سہولت ہوگی۔ سبق ہمیشہ معیاری اور درست سنیں تاکہ طلبہ کی کارکردگی بہتر ہو۔

8. سبق کی نگرانی:

طلبہ کے سبق کو مکمل توجہ کے ساتھ سنیں۔ اٹکن کو غلطی نہ سمجھیں بلکہ لفظی یا تجویدی غلطیوں پر توجہ دیں۔ سبق کے معیاری ہونے پر ہی تاریخ درج کریں تاکہ طلبہ کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہو۔

9. تعلیم میں سختی، سزا میں نرمی:

سبق کے معاملے میں نرمی نہ کریں لیکن جسمانی سختی سے پرہیز کریں۔ استاد کا کردار طلبہ کے لیے مشفق اور رہنما ہونا چاہیے، اور جسمانی سزا سے اجتناب نہ صرف اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے بلکہ تعلیمی ماحول کے لیے بھی مفید ہے۔ یہ تمام اصول نہ صرف طلبہ کی تعلیمی و اخلاقی تربیت کے لیے اہم ہیں بلکہ اس عظیم ذمہ داری کو احسن انداز میں نبھانے کے لیے بھی ضروری ہیں۔

حضرت مولانا حسین احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بعد از حمد و صلوٰۃ: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں مدارس میں خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ مدارس کی چار دیواری میں ہمارا ایمان محفوظ ہے۔ آپ بچوں کو قاعدہ سے پڑھانا شروع کرتے ہیں، پھر ناظرہ و حفظ پڑھاتے ہیں، اور آخر میں احادیث کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ ہماری بنیاد اور ابتدا بھی قرآن ہے اور انتہا بھی قرآن ہے، کیونکہ احادیث تمام کی تمام مفاہیمِ قرآن ہیں۔ آپ حضرات براہِ راست قرآن کے معلم ہیں۔ آپ کے مقام کے برابر کسی بھی مضمون پڑھانے والے کا مقام نہیں ہوسکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ" کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ یعنی یہ امت تمام امتوں سے بہتر ہے۔ اس امت میں آپ معلمینِ قرآن سب سے اعلیٰ ہیں، کیونکہ آپ سب سے بہتر اور اعلیٰ کتاب کے معلم ہیں۔ لہٰذا آپ احساسِ کمتری کا شکار نہ ہوں۔ تکبر سے بچتے ہوئے، تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اپنے منصب کا اظہار کریں اور اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے آپ کو مدرسے میں بٹھا کر قرآن کی خدمت کا موقع عطا فرمایا۔ ''چہ نسبت خاک را با عالم پاک''

مدرسے کی سکونت اور اخلاص کی برکت:

مدرسے میں جو سکون اللہ نے ہمیں نصیب فرمایا، وہ کسی بھی مال و دولت کے مالک کو نصیب نہیں۔ یہ سکون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا نتیجہ ہے: "نضر اللہ امرا اسمع مقالتی فوعاھا و اداھا کما سمع" یہ دعا ہماری حوصلہ افزائی کے لیے ہے۔ جب آپ صبح درسگاہ جانے لگیں تو نیت درست کریں کہ الحمدللہ، میں اللہ کی کتاب پڑھانے جا

رہا ہوں۔تنخواہ کا خیال ذہن سے نکال دیں۔صرف خدمتِ قرآن کے جذبے سے کام کریں، کیونکہ اخلاص میں ہی برکت ہے۔اخلاص سے آپ کا کام ہر سطح پر بابرکت ہوگا اور اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ کا سبق:

ہمارے اکابرین میں قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ ایسی شخصیت ہے جن کے شاگرد اطرافِ والم میں پھیلے ہوئے ہیں۔قاری صاحب کے زمانے میں، خیر المدارس میں تنخواہوں کے اضافے کے لیے اساتذہ نے احتجاج کیا۔قاری صاحب نے بھی دستخط کیے، لیکن اگلے دن درسگاہ روانہ ہو گئے۔ساتھی اساتذہ نے سوال کیا تو فرمایا: ''میں نے دستخط تو کیے، لیکن رات کو غور کیا کہ میں تنخواہ کے لیے نہیں، اللہ کے لیے پڑھا رہا ہوں۔'' اس بات میں وہ گہری حکمت ہے کہ ہمارا مقصد دنیا کی کمائی نہ ہو، بلکہ اللہ کی رضا اور قرآن کی خدمت ہو۔

معلمین کا انتخاب اور صدقہ جاریہ:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب فرمایا ہے:" ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا قرآن پڑھانا آپ کا صدقہ جاریہ ہے، جس کا فائدہ موت کے بعد بھی جاری رہے گا۔آپ کے شاگرد آپ کو دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث ہے: **اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلاث: صدقه جاريه، علم ينتفع به، يا ولد صالح يدعو له** یعنی جب انسان فوت ہوتا ہے تو اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، لیکن تین اعمال ایسے ہیں جو مرنے کے بعد بھی جاری رہتے ہیں اور اس کو برابر کا ثواب ملتا ہے، ان اعمال میں سے ایک عمل"علم ینتفع بہ" ہے کہ آپ کے علم سے جن لوگوں نے فائدہ اٹھایا وہ آگے کسی کو فائدہ پہنچا رہے ہیں، ان کا ثواب بھی آپ کو برابر ملے گا۔یہ عظیم نعمت ہے کہ آپ کا علم ہمیشہ جاری رہے اور اس سے آپ کو آخرت میں فائدہ ہو۔

بچوں کی تربیت اور اسوۂ رسول:

سب سے قیمتی سرمایہ اولاد ہے۔لوگ ہر چیز بیچ سکتے ہیں، لیکن اولاد کو کسی قیمت پر نہیں۔یہ سرمایہ والدین آپ کے حوالے کرتے ہیں۔آپ انہیں اپنا بچہ سمجھ کر ان کی تربیت کریں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **انما انا لكم بمنزلة الوالد اعلمكم دينكم** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو چھوٹے چھوٹے آداب سکھائے، جیسا کہ فرمایا: **یا بُنَیَّ سم اللہ و کل بیمینک و کل مما یلیک** (اے بچے! اللہ کا نام لے، دائیں ہاتھ سے کھا، اور اپنے قریب سے کھا)۔چھوٹے بچوں کے لیے آپ کا نرم رویہ ہی ان کی بہتر تربیت کرے گا۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجھے اف تک نہیں کہا۔اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ تربیت میں محبت، صبر، اور نرمی کا عنصر ہونا ضروری ہے۔یہ بھی کہ جب آپ بچوں کی تربیت کے لیے مکمل توجہ دیں گے، تو وہ اپنی

زندگی میں کامیاب ہوں گے، اور آپ کے لئے یہ ایک مسلسل صدقہ جاریہ بن جائے گا۔

اساتذہ کے لیے عملی ہدایات:

درسگاہ میں غیر متعلقہ اشیاء، خاص طور پر موبائل فون سے پرہیز کریں۔ شعبہ حفظ کے بچوں کے لیے اردو، انگریزی، حساب، اور لکھائی کی تعلیم بھی وقت دیں تاکہ انہیں آگے چل کر کتب کے شعبے میں مشکلات نہ ہوں۔ اپنی کارکردگی کو بہتر بنائیں، اس سے انتظامیہ سے گلے شکوے خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ جب آپ اپنے کام میں اخلاص اور محنت دکھائیں گے تو اس کا اثر طلباء پر بھی پڑے گا اور ان کی بہتر تربیت ممکن ہو سکے گی۔

مدرسہ کی فضا میں اصلاحی اور تعلیمی کام:

مدرسے کا ماحول ایک ایسی فضا ہے جس میں اخلاقی اور روحانی تربیت کا کام بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ طلباء کی کردار سازی، ان میں تعلیمی ذہنیت پیدا کرنا، اور ان کی فطری صلاحیتوں کو نکھارنا اساتذہ کا اہم مقصد ہونا چاہیے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس بات کی بہترین مثال ہے کہ ایک معلم صرف کتابوں کا علم نہیں دیتا بلکہ وہ اپنے شاگردوں کی زندگیوں کو بہتر بناتا ہے۔ اس لیے اپنے طلباء سے نہ صرف علمی بلکہ اخلاقی تربیت بھی کریں، تاکہ وہ ایک اچھے مسلمان اور کامیاب انسان بن سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خلوص کے ساتھ قرآن اور دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے علم میں اتنی برکت دے کہ ہم اسے دوسرے تک پہنچا سکیں۔ آمین۔

اس کامیاب پروگرام کے انعقاد پر میں تمام اراکین قراء کمیٹی آل دیر (قاری محمد اسماعیل صاحب، قاری محمد اسحاق صاحب، مولانا قاری حزب اللہ صاحب، قاری فضل حق صاحب، قاری انور تاج صاحب، قاری زین اللہ صاحب، مولانا قاری ناصر زیب صاحب، مولانا بادشاہ حسین صاحب، مولانا قاری فواداللہ قاسمی صاحب، مولانا قاری مصباح اللہ صاحب) کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ اور اس تربیتی نشست کے میزبان حضرت مولانا قاری ناصر زیب صاحب کا بھی تہہ دل سے مشکور ہیں جنہوں نے اس پروگرام کے انعقاد میں کلیدی کردار ادا کیا۔

تربیتی نشست کی کامیابی:

اختتامِ نشست پر شرکاء نے اس تربیت کو انتہائی مفید قرار دیا۔ تقریباً 80 سے زائد مہتممین مدارس نے فون پر شکریہ ادا کیا۔ شرکاء کی آراء اور خوشی سے ظاہر ہوا کہ نشست نے اساتذہ کے علمی اور تدریسی معیار کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔

دینی مدارس وفاق المدارس العربیہ پاکستان پر مکمل اعتماد کرتے ہیں

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی سپریم کونسل (مجلس عاملہ) پنجاب سے تعلق رکھنے والے اراکین مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی لاہور، مولانا مفتی محمد طیب فیصل آباد، مولانا قاری محمد یاسین فیصل آباد، مولانا زبیر احمد صدیقی شجاع آباد، مولانا مفتی حامد حسن کبیر والا، مولانا مفتی محمد طاہر مسعود سرگودھا، مولانا اشرف علی راولپنڈی، مولانا ظہور احمد علوی اسلام آباد نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا کہ جمہوریت کی بالادستی اور ملک میں سیاسی استحکام کے لیے ضروری ہے کہ حکومت خود اپنی جانب سے قومی اسمبلی اور سینٹ سے منظور کروائے گئے، مدارس رجسٹریشن بل کو قانونی شکل دے کر ملک میں نافذ کرے، انہوں نے کہا دونوں ایوانوں سے متفقہ طور پر منظور ہونے والا بل پس پشت ڈالنا جمہوریت، انصاف کا قتل اور عہد شکنی ہے، انہوں نے کہ دینی مدارس اپنی رجسٹریشن سوسائٹی ایکٹ سے کروانا چاہتے ہیں، ستتر سالوں سے مدارس اسی قانون کے تحت رجسٹرڈ چلے آرہے ہیں، انہوں نے کہا کہ کچھ حکومتی نمائندے غلط فہمیاں پیدا کر رہے ہیں کہ دینی مدارس وزارتِ صنعت نہیں، بلکہ وزارتِ تعلیم سے متعلق ہیں، اس لیے انہیں محکمہ تعلیم سے رجسٹرڈ ہونا چاہیے، انہوں نے کہا کہ آج بھی مساجد سوسائٹی ایکٹ کے تحت محکمہ صنعت سے رجسٹرڈ ہورہی ہیں، کیا مساجد صنعتی ادارے ہیں؟ اگر مساجد کی محکمہ صنعت سے رجسٹریشن درست ہے، ستتر سال تک مدارس کی رجسٹریشن محکمہ صنعت کے ساتھ جائز تھی، تو اب کیوں ناجائز ہوگئی؟۔

انہوں نے کہا کہ 2005ء میں جنرل (ر) پرویز مشرف نے چاروں صوبائی اسمبلیوں سے سوسائٹی ایکٹ میں ترمیم کر کے دفعہ نمبر ۲۱ کا اضافہ کیا تھا، کیا وجہ ہے کہ اس متفقہ قانون کو ترک کیا جارہا ہے، انہوں نے کہا مدارس رجسٹریشن بل پر اگر کوئی اعتراض تھا تو حکومت کو قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمن دامت برکاتہم سے ایوان میں بل لانے سے پہلے بات کرنی چاہتے تھی، منظوری کے بعد بل سے انحراف اخلاقی گراوٹ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگست 2019ء کے حکومت اور اتحاد تنظیمات مدارس کے معاہدہ کی حقیقت قانون کی نہیں بلکہ یادداشت کی تھی، اسے قانونی حیثیت نہیں دی گئی تھی، انہوں نے کہا کہ اس یادداشت کے تحت طے شدہ چار امور میں سے حکومت نے تین امور کو ترک کر کے معاہدہ سے خود انحراف کیا، نہ تو بینک اکاؤنٹس کھولے گئے نہ غیر ملکی طلباء کو 9 سال کے ویزے ملے اور نہ ہی مدارس سے کوائف طلبی بند ہوئی، حکومت نے نئے وفاق بنا کر معاہدہ خود سبوتاژ کیا۔ انہوں نے کہا کہ

محکمہ صنعت کے ساتھ رجسٹریشن کی صورت میں مدارس کے بینک اکاؤنٹس کی بندش، رجسٹریشن میں رکاوٹ، مدارس کے لیے مشکلات جبکہ محکمہ تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن کروانے پر اصرار اور ایسے مدارس کے لیے سہولیات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسئلہ رجسٹریشن کا نہیں بلکہ حکومتی عزائم کی تکمیل کا ہے۔ انہوں نے کہا کہ محکمہ تعلیم کے ساتھ رجسٹرڈ ہونے والے اداروں کے بھی بینک اکاؤنٹس نہیں کھولے جا رہے بلکہ ان سے چیرٹی کمیشن کا سرٹیفکیٹ مانگا جا رہا ہے، حکومت کے دینی مدارس کے متعلق عزائم اچھے محسوس نہیں ہوتے۔ انہوں نے کہا کہ دینی مدارس وفاق المدارس العربیہ پاکستان پر مکمل اعتماد کرتے ہیں، نیز وہ اپنے قائدین شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور ترجمان مدارس مولانا محمد حنیف جالندھری کی قیادت میں متحد ہیں۔

وزارت تعلیم کا ڈائریکٹوریٹ مدرسہ بورڈ کی جدید شکل ہے

قائدین وفاق المدارس العربیہ پاکستان

اسلام آباد/کراچی (7/دسمبر 2024ء) وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے چاروں صوبوں کے ناظمین نے مدارس بل کے حوالے سے موجودہ صورت حال کو افسوس ناک قرار دیا، انہوں نے کہا کہ تمام اسٹیک ہولڈرز کے مابین اتفاق رائے کے باوجود مدارس کے معاملات کو پیچیدہ بنانے سے مزید بگاڑ پیدا ہوگا، مدارس بل کے حوالے سے تاخیری حربے ملک وملت کے لیے نیک شگون نہیں، مدارس کے لاکھوں طلبہ وطالبات کو بنیادی انسانی حقوق اور بہتر مستقبل کے امکانات سے محروم رکھنا سراسر زیادتی ہے۔

مولانا فضل الرحمٰن کی مدارس کے حوالے سے کاوشیں قابل تحسین ہیں۔ تفصیلات کے مطابق دینی مدارس کے حوالے سے پارلیمنٹ اور سینٹ سے منظور کئے گئے بل کے حوالے سے جو ڈیڈ لاک پیدا ہوگیا اس پر جہاں مولانا فضل الرحمٰن نے حکومت مخالف تحریک چلانے کا عندیہ دیا ہے وہیں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے چاروں صوبوں کے ناظمین مولانا امداد اللہ یوسف زئی ناظم وفاق صوبہ سندھ، مولانا صلاح الدین ایوبی ناظم وفاق صوبہ بلوچستان، مولانا حسین احمد ناظم وفاق المدارس صوبہ خیبر پختونخوا، مولانا زبیر احمد صدیقی ناظم جنوبی پنجاب، مولانا قاضی نثار گلگت بلتستان اور سید عدنان شاہ آزاد کشمیر نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں موجودہ صورت حال پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور مولانا فضل الرحمٰن کے مدارس بارے کردار پر انہیں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظمین نے وزارت تعلیم کے ڈائریکٹوریٹ کو مدرسہ بورڈ کی جدید شکل قرار دیا انہوں نے کہا کہ بیرونی ایجنڈے پر مدارس کی آزادی وخود مختاری کو سلب کرنے کے لیے جو مختلف حربے

اختیار کئے جارہے ہیں وہ کسی صورت قابل قبول نہیں- وفاق المدارس کے ناظمین نے کہا کہ ہم نے ہمیشہ مفاہمت اور بات چیت کا راستہ اپنایا اور احتجاج اور تحریک چلانے کی طرف نہیں گئے لیکن بدقسمتی سے مدارس کے معاملات کو دانستہ بگاڑا جارہا ہے انہوں نے کہا کہ سمجھ نہیں آتی کہ وہ کون سی قوتیں ہیں جو تمام اسٹیک ہولڈرز کے مابین اتفاق رائے سے طے پانے والے مسودے کے راستے میں رکاوٹیں ڈال رہی ہیں۔ وفاق المدارس کے ناظمین نے مطالبہ کیا کہ اگر حکمرانوں نے کسی بھی عالمی ادارے یا بیرونی قوتوں کے ساتھ مدارس بارے کوئی خفیہ معاہدے کر رکھے ہیں ان سے قوم کو آگاہ کیا جائے اور مدارس کے معاملات کو درست سمت پر آگے بڑھنے دیا جائے-

ہم دینی مدارس کی آزادی اور حریت پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کریں گے

مؤرخہ 07 دسمبر 2024 بروز ہفتہ مولانا فضل الرحمان کا جامعہ عثمانیہ پشاور کے نیو کیمپس گلشن عمر میں مدارس کے مہتممین، وکلا، تاجر تنظیموں اور دینی مدارس کے طلبہ کے اجتماع میں خطاب: دینی مدارس میں قرآن وسنت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جامعہ عثمانیہ گلشن عمر کیمپس میں خطاب کرتے ہوئے مولانا فضل الرحمان نے کہا: "نوجوانوں کے دل و دماغ میں وہ دین ڈالا جارہا ہے جو مغرب کو قابل قبول ہو" مولانا فضل الرحمان نے مزید کہا: " مدارس کی رجسٹریشن نہ کرانے کی کوشش بھی اس ایجنڈے کا حصہ ہے۔ ہم دینی مدارس کی آزادی اور حریت پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کریں گے۔" "ہم ملک کے پرامن شہری ہیں۔ مدارس پہلے ہی سے قومی دھارے میں ہیں۔" "اسٹیبلشمنٹ اور بیوروکریسی جتنی بھی ہمدردی ہمیں دکھاتی ہے کہ ہم مدارس کو مین اسٹریم میں لا رہے ہیں، مجھے اس پر یقین نہیں ہے، مولانا فضل الرحمان نے کہا۔" معاشرے سے دینی مدارس کا وجود ختم کرنا حماقت ہے۔ اسلامیہ کالج بھی ایک دینی مدرسہ تھا، جب حکومت نے قبضہ کیا تو وہاں دینی علم ختم کر دیا گیا۔" "ہم حکومت کے قبضے سے دینی مدارس کو آزاد کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ریاست سے لڑائی نہیں چاہتے، صرف اپنے مدارس کا تحفظ چاہتے ہیں۔" "ہم حکومت کو بتانا چاہتے ہیں کہ آپ مدارس کو دہشت گردی سے منسلک کر رہے ہیں اور ہمارے چہروں کو گندا کرنا چاہتے ہیں۔" "ہم مدارس کی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ آپ نے ہمارے خلاف اعلان جنگ کیا ہے۔ ہمارا اور آپ کا سامنا اب ہو چکا ہے، اس لئے ہم ڈٹ چکے ہیں۔" "ہم قیامت تک دین اسلام کے لیے جنگ کرتے رہیں گے۔" "الیکشن سے قبل پی ڈی ایم کی حکومت بنی تو ہم نے یہ مسئلہ حکومت کے سامنے رکھا۔ دینی مدارس کی رجسٹریشن میں رکاوٹیں کھڑی کرنا، مدارس کو شدت پسندی کی طرف دھکیلنا ہے۔" "وہ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ مدارس کی رجسٹریشن وہاں ہو گی جہاں مدارس چاہتے ہیں۔ ہم نے جو بل پی ڈی ایم حکومت میں متفقہ طور پر بنایا تھا، وہ پاس نہیں ہوا۔" 26 ویں آئینی ترمیم کے لیے ہم سے مذاکرات

ہوئے۔ پھر دینی مدارس کا بل پیش ہوا اور قومی اسمبلی اور سینٹ سے پاس ہوا، مگر آصف زرداری نے اسے مسترد کر دیا اور دستخط نہیں کیے۔" ہم نے آپ کے ساتھ مذاکرات کیے، آپ کے خلاف ڈنڈا نہیں اٹھایا۔ اب اگر آپ نے نہیں مانا ہوتا تو ہم آپ کو بتاتے کہ دباؤ آپ کا زیادہ ہے یا ہمارا۔" اگر یہ لوگ نہیں سمجھتے تو کل اسرائیل مردہ باد کانفرنس میں ان کا بھی مردہ باد کر دیں گے۔"

جامعہ معارف شرعیہ میں مسئولین حفظ کا اجلاس

یکم جمادی الاخری 1446ھ، 4 دسمبر 2024ء بروز بدھ قائد ملت اسلامیہ حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب مدظلہ کے عظیم الشان مرکز جامعۃ المعارف الشرعیہ میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ایک اہم اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں صوبہ خیبر پختونخوا کے جنوبی اضلاع کے مسؤلین حفظ نے شرکت کی۔ اجلاس کی صدارت شیخ الحدیث جامعۃ المعارف الشرعیۃ ومسؤول ضلع ڈیرہ اسماعیل خان حضرت مولانا جان محمد صاحب حفظہ اللہ نے فرمائی۔ اجلاس میں مندرجہ ذیل حضرات شریک تھے۔ حضرت مولانا سلطان محمد صاحب مسؤول جنوبی وزیرستان حضرت مولانا نذیر احمد صاحب مسؤول ضلع ٹانک حضرت مولانا شفیع الرحمن صاحب مسؤول ضلع لکی مروت حضرت مولانا عبد اللہ صاحب مسؤول ضلع بنوں اجلاس کا آغاز تلاوت کلام مجید سے ہوا۔ صدر مجلس نے شرکاء اجلاس کا شکریہ ادا کیا۔ مسؤول شعبہ حفظ ضلع بنوں مفتی محمد عبداللہ نقشبندی صاحب نے کراچی اجلاس کی کارگزاری تفصیل سے سنائی۔ جس میں مسؤولین کے لئے ھدایات، ممتحن اعلی کی ذمہ داریاں، ممتحن کا طریقہ امتحان، مراکز بنانے کی ترتیب، وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ اختتام پر شیخ الحدیث حضرت مولانا جان محمد صاحب نے دعا فرمائی۔

رپورٹ اجلاس مسؤلین حفظ پشاور ڈویژن

مؤرخہ 3 دسمبر 2024ء بروز منگل بوقت دو بجے ناظم وفاق المدارس العربیہ پاکستان، صوبہ خیبر پختونخوا، حضرت مولانا حسین احمد صاحب کی صدارت میں جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ، مسجد درویش، پشاور صدر میں پشاور، خیبر، چارسدہ، مردان، صوابی، نوشہرہ اور مہمند اضلاع کے مسئولینِ حفظ کا ایک اہم اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں رکنِ عاملہ وفاق، شیخ الحدیث حضرت مولانا سید عبدالبصیر شاہ صاحب، ضلع صوابی کے مسئولِ کتب مولانا مفتی نصیر محمد صاحب، اور مسئولِ کتب بنین ضلع مردان مولانا مفتی محمد علی صاحب نے خصوصی طور پر شرکت فرمائی۔ مسئولِ حفظ ضلع مردان جناب قاری محمد یوسف صاحب کی تلاوت سے اجلاس کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ تلاوتِ کلامِ پاک کے بعد صوبائی ناظم دامت برکاتہم نے جملہ شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔ کلماتِ تشکر کے بعد آپ نے اجلاس کے ایجنڈے پر تفصیلی گفتگو

فرمائی۔آپ نے فرمایا کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی کوشش اور ضرورت اس امر کی ہے کہ کتب کے امتحانات کی طرح شعبہ حفظ کا امتحان بھی یکساں ہو۔اس حوالے سے رئیس المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں کراچی میں بنایا جانے والا نظم مثالی تھا۔اب وفاق المدارس کے نائب صدر اور وفاق کے شعبہ تحفیظ و تجوید کمیٹی کے سربراہ حضرت مولانا عبیداللہ خالد صاحب دامت برکاتہم العالیہ اسی نظم کو ملک بھر میں پھیلانے کی کوششوں میں مصروف عمل ہیں۔چنانچہ گزشتہ سال خیبر پختونخوا میں ضلع پشاور و خیبر کی سطح پر اس نئے نظم کے تحت حفظ کا امتحان لیا گیا،جس کے بہت مفید اور مثبت نتائج دیکھنے میں آئے۔لہٰذا اس بار پورے صوبے میں اس نظم کو پھیلانے کی غرض سے 21 اور 22 نومبر کو جامعہ فاروقیہ کراچی میں ہونے والے اجلاس میں ہر ڈویژن سے ایک ایک مسئول کو بھیجا گیا تاکہ وہ اس نئے نظم اور طریقہ کار سے واقفیت حاصل کر کے بقیہ مسئولین کو تفصیلی بریفنگ دیں اور طریقہ کار سمجھائیں۔ چنانچہ اسی غرض کے لیے پورے صوبے میں حفظ کے مسئولین کے اجلاسات منعقد ہو رہے ہیں۔شیڈول کے مطابق،آج پشاور ڈویژن کے مسئولین کا پہلا اجلاس منعقد ہوا،جبکہ 4 اور 5 دسمبر کو بقیہ ڈویژنوں کے اجلاسات منعقد ہوں گے۔ان اجلاسوں میں کراچی اجلاس میں شریک ہونے والے مسئولین،دیگر مسئولین کو بریفنگ دیں گے اور یہ ہدایات دی جائیں گی کہ تمام مسئولین آئندہ ہفتے میں اپنے اپنے اضلاع میں اس نئے طریقہ کار کے مطابق امتحان کے اہل قراء حضرات کا بطور ممتحنین اعلیٰ و ممتحنین تقرر فرما کر فہرست دفتر وفاق اور ایک کاپی صوبائی ناظم کو بھیج دیں۔ممتحنین اعلیٰ اور ممتحنین کی تقرری کے بعد پورے صوبے کے مختلف مقامات پر متعلقہ ممتحنین اعلیٰ اور ممتحنین کی مرکزی تربیت منعقد کی جائے گی۔اس کے لیے حضرت مولانا عبیداللہ خالد صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور ان کے رفقاء سے وقت دینے کی خصوصی درخواست کی جائے گی۔یوں اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ امسال پورے صوبہ خیبر پختونخوا میں حفظ کے امتحان میں یکسانیت ہوگی۔آپ نے فرمایا کہ ہمارا ہدف یہی ہوگا اور ہم سب پکا عزم کریں گے کہ امسال حفظ کا امتحان پورے صوبے میں اس نئے نظم اور نہج کے تحت ایک مثالی امتحان ہوگا۔ان شاء اللہ آپ نے اس حوالے سے حضرت مولانا عبیداللہ خالد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی کوششوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی یہ مساعی قابلِ قدر ہیں۔آپ کی تفصیلی گفتگو کے بعد شعبہ حفظ ضلع پشاور کے مسئول حافظ محمد داؤد فقیر صاحب اور ان کے معاون مولانا گوہر الرحمن صاحب نے شرکائے مجلس کو نئے نظم کے حوالے سے تفصیلی بریفنگ دی۔سوالات و جوابات کے بعد یہ اہم اجلاس رکنِ عاملہ حضرت مولانا سید عبدالبصیر شاہ صاحب کی دعا سے اختتام پذیر ہوا۔اللہ تعالیٰ تمام حضرات کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور اکابرین وفاق کا سایۂ شفقت ہم پر تادیر قائم و دائم رکھے۔آمین۔(مفتی سراج الحسن میڈیا کوآرڈینیٹر وفاق المدارس صوبہ خیبر پختونخوا)

تعزیت کے احکام، مسائل اور فضائل

تصنیف: مولانا محمد ابراہیم الشریم۔ صفحات: ۴۵۶۔ طباعت: عمدہ۔ قیمت: لکھی نہیں۔ ملنے کا پتا: المکتبۃ الشریم، گاؤں ادینہ، تحصیل رزڑ، ضلع صوابی۔ رابطہ نمبر: 03348287784

موت اور زندگی اس دنیا کی اٹل حقیقتیں ہیں۔ جو ذی روح اس دنیا میں آیا ہے لازماً اسے جانا ہے۔ جس طرح یہ جیتی جاگتی زندگی ہے اسی طرح موت کے بعد کی بھی ایک زندگی ہے۔ جس کے بارے قرآن نے کہا ہے کہ تم اس کا شعور نہیں رکھتے ہو۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی ایسے مرحلے سے ضرور گزرتا ہے کہ اس کا کوئی عزیز ؛رشتہ دار یا والدین، اولاد میں سے کوئی اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ یقیناً یہ غم کی گھڑی ہوتی ہے، بعض اوقات تقاضائے بشریت کے مطابق انسان سے ناپسندیدہ امور بھی سرزد ہوجاتے ہیں ایسے موقع پر قرآن وحدیث اور تعامل صحابہ سے ہمیں کیا رہنمائی ملتی ہے؟ زیر نظر کتاب میں اسی موقع کے متعلق مسائل واحکام اور فضائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب سات ابواب اور متعدد ذیلی فصول پر مبنی ہے۔ کتاب کے آغاز میں شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب، حضرت مولانا مفتی محمود الحسن شاہ مسعودی صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی تقریظات شامل ہیں۔ علماء وطلبہ اور وہ خطباء حضرات جنہیں تعزیتی مجالس میں بیان کا موقع مل جاتا ہے؛ ان کے لیے بیحد مفید کتاب ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ، ایک عہد ساز شخصیت

مجموعہ مضامین: حضرت مولانا زاہد الراشدی۔ صفحات: 160۔ طباعت: عمدہ، کارڈ کور۔ ملنے کا پتا: مکتبہ امام اہل سنت شیرانوالہ باغ، گوجرانوالہ۔ 03024039711

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ جید عالم، مفتی، مدرس، فقیہ، مفکر اور عہد ساز شخصیت تھے۔ پاکستان کی سیاسی تاریخ آپ کے ذکر کے بغیر ادھوری رہے گی۔ آپ نے اپنی تمام زندگی دین وشریعت کی پاسبانی ملک وملت کی خدمت کے لیے وقف رکھی۔ آپ نے جمعیت علماء اسلام کی قیادت کرتے ہوئے قومی سیاست میں فعال کردار ادا کیا۔ حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہم ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو نہ صرف بہت قریب سے دیکھا بلکہ ان کے ساتھ مل کر کام بھی کیا۔ زیر نظر کتاب حضرت راشدی صاحب کی حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی یادداشتوں پر مبنی مضامین کا مجموعہ

ہے؛ جوانہوں نے گاہے گاہے لکھے۔ یہ کل اٹھائیس مضامین ہیں جو حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کی شخصیت و کردار پر لکھے ہیں۔ ان مضامین کے مطالعے سے جہاں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی علمی اور سیاسی شخصیت کی پرتیں کھلتی ہیں وہیں پاکستان میں جمعیت علماء اسلام کے سیاسیات میں ناگزیریت؛ اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے دور کے احوال کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ کتاب کے مرتب جناب حافظ خرم شہزاد صاحب لائق تحسین ہیں جنہوں نے مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہم کے بکھرے مضامین کو عنوانات کے اعتبار سے ترتیب دینے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ بہتر ہوتا کہ حافظ صاحب اس کتاب کا پیش لفظ لکھتے اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا احاطہ کرنے والی بائیوگرافی کا اضافہ بھی فرما دیتے۔ بہرحال ہمارے خیال میں اس کتاب کا ہر دینی کارکن کو؛ خصوصاً جمعیت علماء اسلام سے وابستہ نوجوانوں کو ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

مجموعۃ الرسائل الثلاثہ

(تاریخ علم تجوید۔ تاریخ علم قراءات۔ ہدیہء طاہریہ فی الآیات القرآنیہ)

مرتب : مولانا قاری عبدالقادر رحیمی۔ صفحات: 168۔ طباعت: عمدہ۔ ملنے کا پتا: ادارہ کتب طاہریہ ملتان۔ رابطہ نمبر: 03006338797

گزشتہ شمارے میں حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی نور اللہ مرقدہ کی کچھ کتابوں کا تعارف کرایا گیا تھا۔ یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب تین مضامین کا مجموعہ ہے۔ پہلا مضمون ''تاریخ علم تجوید'' کے نام سے ہے۔ اس میں علم تجوید و اوقاف کی ضرورت و اہمیت، فن تجوید کی تدوین، اس کے اہم فوائد و منافع، اور تجوید و قراءات کے حوالے سے چند فقہی مسائل پر نہایت عمدہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

دوسرا مضمون ''تاریخ علم قراءات مع تذکرہ ائمہ قراءات'' کے عنوان سے ہے۔ اس مضمون میں قراءت کی حقیقت، حدیث سے اختلاف قراءت ثبوت، سبعہ احرف کے معنیٰ، قراءاتِ عشرہ کے راویوں کے جامع و مستند حالاتِ زندگی، نام و کنیت، عرف و لقب، سکونت و ولادت اور ان کی سندات ذکر کی گئی ہیں۔

تیسرا مضمون ''ہدیہ طاہریہ فی الآیات القرآنیہ'' کے نام سے ہے۔ اس میں پورے قرآن میں اختلافی اور اتفاقی آیات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس مضمون کے آغاز میں حضرت مولانا قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظات بھی شامل ہیں۔ یہ تینوں مضامین علماء و طلبہ اور تجوید و قراءات کا ذوق رکھنے والے احباب کے لیے بے حد مفید ہیں۔